ف۱۳۰ یہ خطاب بھی حسب سابق اہل کتاب ہی سے ہے اور اس سے انہیں اسلام لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اَور بِرّ سے ایمان و تقوی کا وہ درجہ مراد ہے جس کے حاصل ہونے پر آدمی ابرار کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے ان الابرار لفی علیین میں ذکر فرمایا ہے۔ ما تحبون سے دینوی ریاست و دولت اَور ظاہری شان و شوکت مراد ہے۔ اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تک تم اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ اَور محبوب چیز کی قربانی نہیں دو گے یعنی دینوی شان و شوکت اَور ریاست کو نہیں چھوڑ دگے۔ اس وقت تک حقیقت خیر اَور اصل تقوی کو نہیں پا سکو گے اس لئے ان دینوی منافع کو چھوڑ کر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرو۔ اَور مسئلہ توحید کو مانو حضرت مولانا شاہ عبد القادرؒ لکھتے ہیں یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو۔ اس کا خرچ کرنا بہت درجہ ہے اَور ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تقاضے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے۔ جب تک وہی نہ چھوڑیں اللہ کی راہ میں درجہ ایمان نہ پاویں۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ۬ وَمَا
ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ ف۱۳۰ اور جو
تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ
چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے ف۱ ف۱۳۱ سب
الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا
کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر وہ جو
حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ
حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنے اوپر توریت نازل ہونے
التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ
سے پہلے ف۱۳۲ تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ
سچے ہو ف۲ ف۱۳۳ پھر جو کوئی جوڑے اللہ پر جھوٹ
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ
اس کے بعد تو وہی ہیں بڑے بے انصاف ف۲ ف۱۳۴ تو کہہ
صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا
سچ فرمایا اللہ نے اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ
نہ تھا شرک کرنے والا ف۱۳۵ بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا
لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾
لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکے میں ہے۔ برکت والا اور ہدایت جہاں کے لوگوں کو ف۱۳۶
فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ
اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم ف۲ ف۱۳۷ اور جو کوئی اس کے اندر آیا

الجزء الرابع

وقف جبرائیل علیہ السلام

۱ اہل کتاب کے علماء کو ترغیب الی الاسلام ۱۲
۲ رسالت پر شبہ اولیٰ کا جواب ۱۲

خرچ کرو گے۔ خواہ وہ محبوب ہو یا غیر محبوب بہر حال اللہ کو اسکا علم ہے اَور وہ اسکے مطابق اسکی جزا دیگا۔ باقی رہا خیر کامل کا اعلیٰ درجہ تو وہ صرف محبوب ترین چیز ہی کی قربانی سے حاصل ہو سکتا ہے والحاصل لا وصول الی المطلوب الا باخراج المحبوب (مدارک)

ف۱۳۱ اللہ کی راہ میں جو چیز بھی

شبہات متعلقہ رسالت

ف۱۳۲ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے جسکے معنی ہیں عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے احبار و رہبان یعنی انکے مولوی اور پیر اور سجادہ نشین حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نت نئے اعتراضات سوچتے رہتے اور مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ یہ پیغمبر اوپر سے تو ملت ابراہیمی کا متبع ہونے کا دعوی کرتا ہے لیکن اندر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مخالف ہے۔ کیونکہ یہ اونٹ کا گوشت کھاتا ہے۔ حالانکہ ابراہیمی مذہب میں اونٹ کا گوشت حرام تھا۔ اسی طرح یہ پیغمبر اوپر سے تمام انبیاء علیہم السلام کو ماننے کا دعویدار مگر اندر سے سب کا مخالف ہے چنانچہ اس نے انبیاء بنی اسرائیل کے قبلے بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے حالانکہ بیت المقدس، خانہ کعبہ سے بھی پہلے کا ہے اس لئے اس لحاظ سے خانہ کعبہ سے افضل اَور بہتر بھی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے اعتراض کا جواب دیا کہ یہود کا کہنا سراسر غلط اور ان کا دعویٰ باطل ہے کھانے کی جن چیزوں کے بارے میں یہودی جھگڑتے ہیں اور انہیں ملت ابراہیمی میں حرام بتاتے ہیں وہ ساری کی ساری حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب میں حلال تھیں اور انکے بعد بنی اسرائیل کیلئے بھی بدستور حلال ہی رہیں البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء ایک بیماری، کیوجہ سے اطباء نے مشورہ دیا تھا کہ وہ اونٹ کا گوشت نہ کھایا کریں چنانچہ وہ اسی بنا پر اونٹ کے گوشت سے پرہیز کرتے تھے اور یہ پرہیز محض بیماری کی وجہ سے تھا نہ کہ حرمت شرعیہ کیوجہ سے اشارت علیہ الاطباء باجتنابہ ففعل ذالک باذن من اللہ (کشاف ج۱ ص۲۴۴) اور یہ سب کچھ نزول تورات سے پہلے ہوا۔ اگر ابراہیمی مذہب میں اونٹ کا گوشت حرام تھا تو اس کا ذکر تورات میں ضرور ہوتا۔ اسی طرح بعض چیزیں یہودیوں پر بطور سزا حرام کر

موضح قرآن ف۱ یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اس کا خرچ کرنا بڑا درجہ ہے اور ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تقاضے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے جب تک وہی نہ چھوڑیں اللہ کی راہ میں درجہ ایمان نہ پاویں ف۲ یہود کہتے کہ تم کہتے ہو ہم ابراہیم کے دین پر ہیں اور ابراہیم کے گھرانے میں جو چیزیں حرام ہیں سو کھاتے ہو جیسے اونٹ کا گوشت اور دودھ اللہ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں ابراہیم کے وقت حلال تھیں جب تک توریت نازل ہوئی توریت میں خاص بنی اسرائیل پر حرام ہوئی ہیں مگر ایک اونٹ توریت سے پہلے حضرت یعقوب نے اس کے کھانے سے قسم کھائی تھی ان کی تبعیت سے انکی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا اس قسم کا سبب یہ تھا کہ ان کو ایک مرض ہوا تھا۔ انہوں نے نذر کی کہ اگر میں صحت پاؤں تو جو میری بہت بھاوت کی چیز ہو وہ چھوڑ دوں انکو یہی گوشت بہت بھاتا تھا سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یہود بر حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم طعن میکردند کہ شما دعویٰ ملت ابراہیم کنید و آنچہ در خاندان ابراہیم نمی خوردند مانند گوشت شتر و شیر آں می خورید حق تعالیٰ جواب داد کہ ہمہ چیز حلال بود پیش از نزول توریت الا گوشت و شیر شتر و تحریم گوشت و شیر ملت ابراہیم نیست خاصہ بنی اسرائیل بود بسبب تحریم جد ایشان ۱۲ ف۲ یعنی نقشی کہ در سنگ ظاہر شدہ ۱۲

دی گئی تھیں ابراہیمی شریعت سے ان کو بھی کوئی واسطہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وعلی الذین ھادوا حرمنا علیھم کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما الا ما حملت
ظھورھما او الحوایا او ما اختلط بعظم ذلک جزینھم ببغیھم وانا لصدقون (انعام ع ۱۸) ۱۳۳ ؎ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تورات لاؤ اور اس میں سے یہ حکم نکال کر دکھاؤ حالانکہ تورات میں اس کا
کوئی ذکر نہیں بلکہ تورات میں تو ان چوپایوں کی حلت کا حکم موجود ہے چنانچہ کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۳ میں ہے۔ "ہر چلتا پھرتا جاندار تمہارے کھانے کو ہوگا ہر سبزی کی طرح میں نے سب کا سب تم کو
دے دیا" ۱۳۴ ؎ اللہ تعالیٰ کے اس واضح بیان سے یہودیوں کے جھوٹ اور کذب وافترا کا بھانڈا پھوٹ گیا اب اگر اس کے بعد بھی وہ غلط بیانی سے باز نہ آئیں اور بدستور انبیاء علیہم السلام
اور آسمانی کتابوں پر افترا کرتے اور بہتان تراشتے رہیں تو یہ بہت بڑے ظالم ہیں کیونکہ وہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے ۱۳۵ ؎ اللہ تعالیٰ نے توحید اور دفع شبہات کے سلسلے
میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ سب حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے لہٰذا تم
توحید پر قائم ہو جاؤ اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا اتباع کرو جو باطل
دینوں سے یکسو اور شرک سے بیزار تھے اور ملت ابراہیمی سے مراد اسلام ہے
حنیفا مائلا عن الباطل وھی ملۃ الاسلام (جامع البیان ص ۵۶)
بیان بالا سے معلوم ہو گیا کہ اونٹ کا گوشت ابراہیمی مذہب میں حرام
نہیں تھا اور نہ بنی اسرائیل پر حرام تھا اب اس اعتراض کو چھوڑ دو اور حق
بات کو قبول کر لو اور ملت ابراہیمی کا پورا پورا اتباع کرو۔ شرک کو چھوڑ
دو اور توحید کو قبول کرو ۔ ۱۳۶ ؎ بکہ مکہ ہی کا دوسرا نام ہے قال
مجاہد بکۃ ہی مکۃ (قرطبی ص ۱۳۸ ج ۴) البکۃ من اسماء مکۃ علی المشہور (ابن کثیر
ص ۳۸۳ ج ۱) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ دنیا میں سب سے پہلا
گھر جسے لوگوں کے لئے معبد اور عبادت گاہ بنایا گیا وہ وہ گھر ہے
جو مکہ میں ہے یعنی خانہ کعبہ ای لعموم الناس لعبادتھم ونسکھم یطوفون
ویصلون بہ ویعتکفون عندہ (ابن کثیر ص ۳۸۳ ج ۱) ان ھذا البیت
وضع اللہ موضعا للطاعات والخیرات والعبادات (کبیر ص ج)
صحیح حدیث میں وارد ہے کہ زمین پر سب سے پہلی عبادت گاہ مسجد
حرام ہے ثبت فی صحیح مسلم عن ابی ذر قال سالت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم عن اول مسجد وضع فی الارض قال المسجد الحرام
(قرطبی ص ۱۳۷ ج ۴) مبٰرکا اور ھدی وضع کی ضمیر سے حال ہیں یعنی خانہ کعبہ
خیر و برکت کی جگہ ہے اور تمام بنی آدم کے لئے مرکز ہدایت ہے بیت اللہ
کے مبارک ہونے کا ایک اثر یہ ہے کہ جو عمل وہاں ادا کیا جائے اس کا اجر
و ثواب دوسری جگہوں کی نسبت کئی گنا زیادہ ملتا ہے جعلہ مبارکا لتضاعف
العمل فیہ فالبرکۃ کثرۃ الخیر (قرطبی ص ۱۳۹ ج ۴) وقیل لان الطاعات وسائر العبادات
تتضاعف ویزداد ثوابھا عندہ (خازن ص ۳۲۲ ج ۱) اور خانہ کعبہ چونکہ تمام جہان
کے مسلمانوں کا قبلہ نماز ہے نیز وہاں حج اور عمرہ ادا کیا جاتا ہے اس لئے وہی
ساری دنیا کیلئے رشد و ہدایت کا مرکز ہے لانہ قبلتھم ومتعبد ھم
(مدارک ص ۱۳۲ ج ۱) ۱۳۷ ؎ فیہ کی ضمیر کا مرجع بیت (یعنی خانہ کعبہ) ہے
اور آیات سے بیت اللہ کی فضیلت اور حرمت کی نشانیاں مراد ہیں
جن میں سے کچھ تو اس سے پہلے مذکور ہو چکی ہیں مثلاً بیت اللہ کا مبارک اور
مرکز ہدایت ہونا اور کچھ کا ذکر آ رہا ہے مثلاً اسمیں داخل ہونیوالوں کا امن اور

ف ۱ ازالہ ہر دو شبہات کے بعد زجر اول برائے اہل کتاب ۱۲
ف ۲ زجر ثانی برائے اہل کتاب ۱۲
ف ۳ یعنی اللہ کی توحید میں شبہات ڈالتے ہو
ف ۴ تنبیہ برائے مؤمنین باجتناب شبہات واتباع رسول ۱۲
ف ۵ زجر برائے مؤمنین ۱۲
صورت کے دوسرے حصہ تنبیہ برائے ترغیب الی الجہاد ۱۲

كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ
اس کو امن ملا ۱۳۸ ؎ اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص
اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ
قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی ۱۳۹ ؎ اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا
عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿97﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ
جہان کے لوگوں کی ف ۱ ۱۴۰ ؎ تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ڰ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿98﴾ قُلْ
اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو تم کرتے ہو ۱۴۱ ؎ تو کہہ
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ
اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان
اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَاۗءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ
۱۴۲ ؎ لانیوالوں کو کہ ڈھونڈتے ہو اس میں عیب اور تم خود جانتے ہو ف ۳ ۱۴۳ ؎ اور اللہ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿99﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ
بے خبر نہیں تمہارے کام سے اے ایمان والو اگر
تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ
تم کہا مانوگے بعضے اہل کتاب کا تو پھیر کر دینگے وہ
بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿100﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ
تم کو ایمان لائے پیچھے کافر ف ۴ ۱۴۴ ؎ اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور تم پر
تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ
پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے ۱۴۵ ؎ اور جو کوئی مضبوط پکڑے
بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿101﴾ يٰٓاَيُّهَا
اللہ کو تو اس کو ہدایت ہوئی سیدھے رستہ کی ۱۴۶ ؎ اے

ع ۱۰/۱

محفوظ ہو جانا اور اس کے حج کا فرض ہونا والجملۃ اما مستأنفۃ جیء بھا بیانا وتفسیرا للھدی (روح ص ۹ ج ۴) قال الزجاج ان قولہ ومن دخلہ کان آمنا من بقیۃ تفسیر الآیات الخ
(کبیر ص ۱۳ ج ۳) اور مقام ابراہیم مبتدا ہے اور اس کی خبر منھا محذوف ہے (روح) یعنی منجملہ ان آیات بینات کے مقام ابراہیم ہے اور مقام ابراہیم سے مشہور تفسیر کے مطابق وہ پتھر مراد ہے جس پر کھڑے

موضح قرآن ف ۱ یہ بھی یہود کا شبہ تھا کہ ابراہیم کا گھرانا ہمیشہ سے شام میں رہا اور بیت المقدس کو قبلہ رکھا اور تم کے میں ہو اور کعبہ کو قبلہ کرتے ہو تم کیونکر اس ابراہیم کے وارث ہوتے سو اللہ نے
فرمایا کہ ابراہیم کے ہاتھ سے اول عبادت خانہ اللہ کے نام پر یہی بنا اور اس میں بزرگی کی نشانیاں اور خوارق ہمیشہ دیکھتے رہے ہیں اصل مقام ابراہیم کا یہی ہے۔ ف ۲ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے بحثوں کا
جواب دے کر مسلمانوں کو فرمایا کہ ان کی بات مت سنو یہی علاج ہے نہیں تو جیسے سنتے سنتے اپنی راہ سے نکل جاؤ گے اب بھی ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بہکے والوں کی بات نہ سنے اسی میں دین کی سلامتی ہو اور جھگڑنے سے بہتے پڑتے ہیں

فتح الرحمن ف ۱ یعنی شبہات می آرید تا نزدیک مردماں ظاہر شود کہ کج است ۱۲

ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر فرمایا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان لگ گئے تھے جو اب تک باقی ہیں۔ ۱۳۹ یہ بھی منجملہ آیات بینات کے ہے۔
قال قتادۃ ذالک ایضامن آیات الحرم قال النحاس وھو قول حسن لان الناس کانوا یتخطفون من حوالیہ ولا یصل الیہ جبار وقد وصل الی بیت المقدس وضرب (قرطبی صفحہ ۱۴۰ ج ۴)
جو شخص حدود حرم میں داخل ہو جائے۔ وہ محفوظ الدم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ قاتل اور مستوجب حد ہی کیوں نہ ہو جب تک وہ حدود حرم کے اندر ہے۔ اس وقت تک اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا
اور نہ ہی اس پر حد قائم کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ولھذا المعنی قال الامام السابق النعمان بن ثابت من اقترف ذنبا واستوجب بہ حدا ثم
لجأ الی الحرم عصمہ لقولہ تعالی ومن دخلہ کان آمنا (قرطبی صفحہ ۱۴۰ ج ۴) بیت اللہ کا جائے امن ہونا کوئی انسانوں ہی سے مخصوص نہیں۔ بلکہ حدود حرم میں ہر جاندار کی جان محفوظ ہے اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ
ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر
اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا
مسلمان ۱۴۱ اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی ۱۴۲ سب
وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ
مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ
میں دشمن ف ۱ پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے
اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ
بھائی ۱۴۳ اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے
فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ
پھر تم کو اس سے نجات دی ۱۴۴ اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر آیتیں
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ
تاکہ تم راہ پاؤ ۲ ف اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے
اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی
الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا
سے ۱۵۰ اور وہی پہنچے اپنی مراد کو ۳ ف ۱۵۲ اور مت ہو ان
كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ
کی طرح جو متفرق ہو گئے۔ اور اختلاف کرنے لگے۔ بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو
الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ
حکم صاف ۱۵۳ اور ان کو بڑا عذاب ہے ف جس دن

منزل ۱

۱۴۲ تمسک بالقرآن اور توحید پر اتفاق سے اجتناب کی تلقین ۱۲

۱۵۰ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی رسم جاری رکھنے کا حکم ۱۵۲ زجر مع تخویف اخروی ۱۲

علاوہ ازیں وہاں سے ہری گھاس اور درختوں کا کاٹنا بھی ممنوع ہے۔ لہذا لفظ مَن اگرچہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے لیکن یہاں علی سبیل التغلیب غیر ذوی العقول کو بھی شامل ہے ومن اما للعقلاء اولھم ولغیرھم علی سبیل التغلیب لانہ یامن فیہ الوحش والطیور والنبات الخ (روح صفحہ ۶ ج ۴)، من دخلہ کان آمنا یہ خوبی تو صرف اللہ کے گھر کو حاصل تھی۔ لیکن آج کل کے پیر پرستوں نے اپنے پیروں کی خانقاہوں اور ان کے مزاروں کو بھی یہ درجہ دے رکھا ہے چنانچہ پاک پٹن کا جنتی دروازہ اس بات کا گواہ ہے۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں پیر پرست اور ضعیف الاعتقاد لوگ اس میں سے گذرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ جنتی ہو گئے ہیں۔ اس دروازے پر من دخلہ کان آمنا لکھا ہوا ہے ۱۳۹ للہ خبر مقدم اور حج البیت مبتدا مؤخر ہے اور من استطاع، الناس سے بدل البعض ہے خانہ کعبہ کی حرمت وفضیلت کی آیات بینات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے۔ یعنی جو لوگ خانہ کعبہ تک آمدورفت کا خرچ برداشت کر سکتے ہیں۔ ان پر حج فرض ہے۔ فرضیت حج کی اور بھی کئی شرطیں ہیں مثلاً عاقل و بالغ ہونا، تندرست ہونا، راستے کا پرامن ہونا اور عورت کے ساتھ خاوند یا محرم کا ہونا وغیرہ تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ خانہ کعبہ کی مذکورہ بالا خوبیاں اور خصوصیتیں ایسی ہیں جو بیت المقدس میں نہیں پائی جاتیں اس لئے خانہ کعبہ کو اس پر فوقیت اور برتری حاصل ہے ۱۴۰ کفر سے فرضیت حج کا انکار مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس اور دوسرے حضرات سے منقول ہے۔ ای جحد فرضیۃ الحج وھو قول ابن عباس والحسن وعطاء (مدارک صفحہ ۱۳۴ ج ۱) اور ممکن ہے کہ کفر سے مراد کفران نعمت اور ناشکری ہو ویجوزان یکون من الکفران ای ومن لم یشکر ما انعمت علیہ من صحۃ الجسم وسعۃ الرزق ولم یحج (مدارک) یعنی جس نے فرضیت حج کا انکار کر دیا یا اللہ کی دی ہوئی جسمانی صحت اور فراخی رزق کا شکر ادا نہ کیا اور فریضۂ

موضح قرآن ف ۱ ایک مجلس میں مسلمان تھے اور یہود نے مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا اور قریب ہوا کہ شمشیر چلے حضرت آپ وہاں پہنچے اور صلح کرا دی۔ لڑا دیا اس طرح کہ مدینے کے لوگ دو فرقے تھے اسلام سے پہلے آپس میں لڑ چکے تھے اور دونوں طرف بہت لوگ مرے تھے اس وقت یہود نے دونوں کو وہی لڑائی یاد دلا کر غصہ دلایا حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ نہ بہکو اور آپس کا اتفاق غنیمت سمجھو اور یہود کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو۔ ف ۲ معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے ایک جماعت ان کی قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کی باتوں کا تقید رکھنے کو تا دین کے خلاف کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم رہیں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود یہ راہ مسلمانی کی نہیں

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی اوس وخزرج وعرب معدیہ ویمنیہ وعرب وعجم با یکدیگر دشمنی داشتند ۱۲ ف ۲ یعنی تفرق در اصول دین حرام است کہ بعضی معتزلی باشند وبعضی شیعہ وعلی ہذا القیاس ۱۲ ف ۳ یعنی واجب بالکفایۃ است کہ بعضی بامر معروف ونہی از منکر قیام نمایند ۱۲ ف ۴ یعنی مانند یہود ونصاریٰ مشوید کہ ہفتاد و چند فرقہ گشتند ۱۲

ج بجانہ لایا اس نے اللہ کا کچھ نہیں بگاڑا اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی عبادت کی ضرورت نہیں وہ ان کی عبادت وطاعت سے مستغنی ہے۔ ۱۴۱ پہلے اہل کتاب کے شبہات کا جواب دیا۔ اب یہاں سے انہیں زجر فرمایا۔ اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ تمہیں تمہاری بداعمالیوں پر پوری پوری سزا دے گا۔ اور اہل کتاب سے یہود ونصاریٰ کے علماء مراد ہیں جیسا کہ حضرت حسن سے مروی ہے۔ قال الحسن هم علماء اهل الكتاب الخ (کبیر ص ۲ ج ۲) ۱۴۲ سبیل اللہ سے مراد توحید اور دین اسلام ہے جو لوگ دین اسلام کو قبول کر لیتے تھے یہود ونصاریٰ کے علماء مختلف حیلوں اور بہانوں سے ان کے دلوں میں شبہات ڈال کر انہیں اسلام سے روکنے کی کوشش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس پر ملامت فرمائی وھو الاسلام وكانوا يبغون من اراد الدخول فيه بجهدهم (مدارک ص ۱۳۴ ج ۱)، وكانت صدهم عن سبيل الله

تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
سفید ہونگے بعضے منہ اور سیاہ ہونگے بعضے منہ ۱۵۳ سو وہ لوگ کہ
اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ
سیاہ ہوئے منہ ان کے ان سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہو گئے ایمان لا کر ۱۵۵
فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا
اب چکھو عذاب بدلا اس کفر کرنے کا ۱۵۶ اور وہ
الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ
لوگ کہ سفید ہوئے منہ انکے سو رحمت میں ہیں اللہ کی ۱۵۷ وہ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ
اس میں ہمیشہ رہیں گے ف یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سناتے ہیں تجھ کو
بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا
ٹھیک ٹھیک ۱۵۸ اور اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا خلقت پر ف ۱۵۹ اور اللہ ہی
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں ۱۶۰ اور اللہ کی طرف رجوع ہے ہر
الْاُمُوْرُ ۝ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
کام کا ف ۱۶۱ تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں ف ۱۶۲
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ
حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ
ایمان لاتے ہو اللہ پر ۱۶۳ اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لئے
خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ
بہتر تھا ۱۶۴ کچھ تو ان میں سے ہیں ایمان پر اور اکثر ان میں

منزل ۱

بشارت اخروی ۱۱

۲۰ دلیل توحید نقلی بنزہ اور تشجیع علی الجہاد ۲

۲۱ اشاعت توحید اور تردید شرک جاری رکھنے کی ترغیب ۱۲

۲۲ زجر مع ترغیب الی التوحید ۱۲

ع ۸ ۱۱ ۲

بالقاء الشبه والشكوك في قلوب الضعفة من المسلمين (کبیر ص ۲۰ ج ۲) ۱۴۳ تبغونها میں ضمیر منصوب سبیل اللہ کی طرف راجع ہے اور اس سے پہلے لام محذوف ہے۔ تطلبون لها فحذف اللام مثل واذا كالوهم (قرطبی ص ۱۵۴ ج ۴) اى تبغون لها (روح ص ۱۵ ج ۴)۔ عوج سے ٹیڑھا پن اور حق سے انحراف مراد ہے اور وانتم شهداء تصدون يا تبغون کے فاعل سے حال ہے مطلب یہ ہے کہ تم دین اسلام بشمول توحید اور صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ تورات وانجیل میں جس آخری نبی کی بشارت ہے وہ یہی ہے جس کو آج تم جھٹلا رہے ہو۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ دین اسلام ہی دین حق ہے۔ اور توحید تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ اس لئے تم جان بوجھ کر لوگوں کو دین اسلام سے کیوں روکتے ہو۔ اور ان کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈال کر انہیں اسلام اور توحید سے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں بدگمان کرتے ہو۔ وانتم شهداء ان في التوراة مكتوبا ان دين الله الذي لا يقبل غيره الاسلام وان فيه نعت محمد صلى الله عليه وسلم (قرطبی ص ۱۵۵ ج ۴) اى كيف تفعلون هذا وانتم علماء عارفون بتقدم البشارة بمحمد صلى الله عليه وسلم مطلعون على صحة نبوته (روح ص ۱۵ ج ۴) ۱۴۴ یہودیوں کے عالم اور پیر فقیر مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے انہیں توحید اور دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوششوں میں ہر وقت لگے رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراضات اور شبہات کا جواب دے کر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ وہ ان کی چالوں سے ہشیار رہیں۔ اور ان کے کہنے میں نہ آئیں۔ بلکہ اللہ کی کتاب پر عمل کریں اور اس کے رسول کا اتباع کریں اور اس قسم کے مولویوں اور گدی نشینوں سے دور رہیں ۱۴۵ یہ مومنین کے لئے زجر ہے کہ دیکھو ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ تم پر اللہ کی آیتیں بھی نازل ہو رہی ہوں جن میں توحید کے تمام پہلوؤں اور اسلام کے دوسرے نظام کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور اللہ کی آیتوں کا صحیح مفہوم اور منشا بیان کرنے کے لئے اور دل میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لئے تم میں اللہ کا رسول بھی موجود ہو اور پھر تم اہل کتاب کے جھانسے میں آکر دین اسلام سے پھر جاؤ۔ ایک شبہ: بریلوی صاحبان اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ (یعنی اللہ کا رسول تم میں موجود ہے) میں خطاب تمام مسلمانوں سے ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام آج بھی ہر جگہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں موجود اور حاضر وناظر ہیں۔

جواب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ اس کے مخاطب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کو اللہ نے براہ راست یہ احکام دیئے ساری امت مخاطب نہیں اور اگر فرض کر

موضح قرآن ف معلوم ہوا کہ سیاہ منہ ان کے ہیں جو مسلمانی میں کفر کرتے ہیں یعنی منہ سے کلمہ اسلام کہتے ہیں اور عقیدہ خلاف اسلام رکھتے ہیں سب فرقے گمراہ یہی حکم رکھتے ہیں ف یعنی جہاد اور امر معروف کا جو حکم فرمایا یہ ظلم نہیں خلق پر اس میں ان کی تربیت ہے ف یعنی جہاد میں خلق کی جان ومال تلف ہو تو مالک کے حکم سے ہے سب چیز مال اللہ کا ہے

فتح الرحمٰن ف یعنی مقرر کردہ شدہ ۱۲

کیا جائے کہ خطاب ساری امت سے ہے۔ تو رسول کے تم میں موجود ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، آپ کی نبوت کے دلائل اور آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپ نے امت میں جو قرآن چھوڑا ہے۔ وہ ان میں موجود ہے اس لئے اس آیت کا بریلویوں کے اس عقیدہ باطلہ یعنی حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ علامہ قرطبی نے امام زجاج سے نقل کیا ہے یجوز ان یکون ھذا الخطاب لاصحاب محمد خاصۃ لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فیھم وھم یشاھدونہ ویجوز ان یکون ھذا الخطاب لجمیع الامۃ لان آثارہ وعلاماتہ والقرآن الذی اوتی فینا مکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فینا وان لم نشاھدہ (قرطبی ج ۴ ص ۱۵۶) اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں والاکثرون علی تخصیص ھذا الخطاب باصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او الاوس والخزرج منھم ومنھم من جعلہ عاما لسائر المؤمنین وجمیع الامۃ وعلیہ معنی کونہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم ان آثارہ وشواھد نبوتہ فیھم لانھا باقیۃ حتی یاتی امر اللہ (روح ج ۴ ص ۱۶) ١٤٦ ؎ اعتصام سے مراد ہے اللہ پر ایمان لانا اور اس کے دین پر مضبوطی سے قائم رہنا المراد بالاعتصام باللہ الایمان بہ سبحانہ والتمسک بدینہ کما قالہ ابن جریج (روح ج ۴ ص ۱۶) یہاں اہل کتاب کی طرف سے ڈالے جانیوالے شبہات کے اثر بد سے محفوظ رہنے کا اکسیری نسخہ بیان فرما دیا اور وہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کے دین پر مضبوطی سے قائم ہو جائے تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی شبہات سے اسکا ایمان متزلزل ہو سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اعتصام سے اللہ پر بھروسہ اور توکل کرنا مراد ہو۔ جیسا کہ ابو العالیہ سے منقول ہے المراد منہ الثقۃ باللہ تعالیٰ والتوکل علیہ والالتجاء الیہ (روح) تو مطلب یہ ہوگا۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے اور اسی کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھے وہ اسے تمام شبہات سے محفوظ رکھے گا۔ ومن یجعل ربہ ملجأ ومفزعا عند الشبہ یحفظہ عن الشبہ (مدارک ج ۱ ص ۱۳۵)

حصّہ دوم

یہ تین امور پر مشتمل ہے (۱) جہاد (۲) انفاق (۳) جہاد سے متعلق ایک شبہ کا جواب۔ ابتداء میں یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ (رکوع ۱۱) سے ان اللہ بما یعملون محیط (رکوع ۱۲) تک ترغیب الی الجہاد کا بیان ہے کافروں کی طرف سے یہ شبہ کیا گیا تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو جنگ احد میں شکست ہوئی اور انہیں شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر واقعی وہ سچا پیغمبر ہوتا تو اس کو شکست نہ ہوتی اور نہ ہی اسے نقصان اٹھانا پڑتا۔ آگے چل کر اس کا تفصیلی جواب فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے تو حسب وعدہ فتح دے دی تھی لیکن مسلمانوں سے کوتاہی ہوئی کہ انہوں نے مورچہ چھوڑ دیا۔ اور ان کی فتح وقتی شکست سے بدل گئی ١٤٧ ؎ یہ تمہید ہے اس میں حکم دیا کہ تم ظاہر و باطن میں اور سر و علانیہ میں اللہ سے ڈرو اور اس کے تمام احکام کی پیروی کرو اور مرتے دم تک توحید اور دین اسلام پر قائم رہو اور صرف اللہ کی عبادت کرتے رہو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ ای مخلصون نفوسکم للہ عز وجل لا تجعلون فیھا شرکۃ لسواہ اصلا (روح ج ۴ ص ۱۸) کیونکہ جب تک دل میں خدا کا خوف نہ ہو اور سینہ میں توحید اور دین اسلام کو زندہ رکھنے کی سچی تڑپ نہ ہو اس وقت تک کوئی آدمی جہاد پر آمادہ نہیں ہو سکتا ١٤٨ ؎ حبل اللہ (اللہ کی رسی) سے مراد یہاں قرآن ہے جیسا کہ صحیح سند کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ ھو حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض (ابن جریر ج ۴ ص ۲۱) اور اعتصام کے معنی تمسک اور مضبوطی سے پکڑنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان پر مضبوطی سے قائم رہو ولا تفرقوا جس کتاب اور دین حق پر تمہیں قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے علیحدگی مت اختیار کرو ولا تتفرقوا عن الحق الذی امرتم بالاعتصام بہ (روح ج ۴ ص ۱۹) یا مطلب یہ ہے کہ آپس میں اتفاق اور محبت سے رہو۔ نفاق و عداوت سے پرہیز کرو۔ (نھی عن المعاداۃ والمخاصمۃ فانھم کانوا فی الجاھلیۃ مواظبین علی المحاربۃ والمنازعۃ فنھاھم اللہ عنھا (کبیر ج ۳ ص ۲۵) کیونکہ جب تک آپس میں اتفاق اور ہم آہنگی نہیں ہوگی اس وقت تک جہاد میں کامیابی نہیں ہو سکتی ١٤٩ ؎ اس آیت میں اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت کی باہمی عداوت اور دشمنی کی طرف اشارہ ہے زمانہ کفر کی عداوتیں اور لڑائیاں جو پشتہا پشت سے چلی آ رہی تھیں اسلام کی برکت سے وہ یکسر ختم ہو گئیں۔ انصار کے دو قبیلے خزرج اور اوس تھے ان کے مابین کئی پشتوں سے جنگ وجدال اور قتل و خون کا سلسلہ چلا آ رہا تھا جب ان دونوں قبیلوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کی دشمنی ختم ہو گئی۔ جنگیں موقوف ہو گئیں اور آپس میں بھائیوں کی طرح محبت اور الفت سے رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کی پرانی عداوت کا ذکر کر کے اسلام کے ذریعے محبت والفت پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر فرمایا ہے تاکہ انہیں اس نعمت کی قدر کا اچھی طرح احساس ہو سکے۔ اور یہاں نعمت سے مراد اسلام ہے جس کی برکت سے محبت اور الفت پیدا ہوئی امرتعالیٰ بتذکیر نعمہ واعظمھا الاسلام واتباع نبیہ محمد علیہ السلام فان بہ زالت العداوۃ والفرقۃ وکانت المحبۃ والالفۃ الخ (قرطبی ج ۴ ص ۱۶۲) ١٥٠ ؎ شفا کے معنی کنارے کے ہیں اور حفرۃ من النار سے مراد جہنم ہے وہ لوگ چونکہ پہلے مشرک تھے اس لئے وہ جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے صرف مرنے کی دیر تھی۔ مرتے ہی جہنم میں پہنچ جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نعمت اسلام سے ان کو مالا مال کر دیا اور اس طرح انہیں جہنم سے بچا لیا۔ ای وکنتم علی طرف حفرۃ من جھنم اذ لم یکن بینکم وبینھا الا الموت (روح ج ۴ ص ۲۰) وکنتم مشفین علی ان تقعوا فی نار جھنم لما کنتم علیہ من الکفر فانقذکم منھا بالاسلام (مدارک ج ۱ ص ۱۳۵) اللہ تعالیٰ نے یہاں صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ان پر دو نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ایک دنیوی یعنی دنیا میں باہمی محبت و اتفاق کا پیدا ہونا اور دوسری اخروی یعنی آخرت میں جہنم سے نجات پانا۔ فائدہ اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے دشمنان صحابہ نے مشہور کر رکھا ہے کہ ان کے درمیان باہمی عداوت اور دشمنی تھی لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ اسلام لانے کے بعد صحابہ میں عداوت اور دشمنی باقی نہیں رہی تھی بلکہ ان میں محبت اور الفت پیدا ہو گئی تھی وہ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے تھے۔ اور دوسرا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ انہیں جہنم کی آگ سے بچا کر جنت کا مستحق بنا دیا گیا ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ١٥١ ؎ لفظ خیر عام ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں کو شامل ہے اس لئے تعمیم کے بعد تخصیص ان دونوں کاموں کی اہمیت اور مزید فضیلت کے اظہار کے لئے ہے۔ معروف ہر وہ کام ہے جو کتاب وسنت کے مطابق ہو اور منکر وہ کام ہے جو ان کے مخالف ہو۔ المعروف ما وافق الکتاب والسنۃ والمنکر ما خالفھما (مدارک ج ۱ ص ۱۳۵) پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایمان اور تقویٰ کے ذریعے اپنی اصلاح کا حکم دیا پھر ارشاد فرمایا کہ اپنی اصلاح کے بعد اب دوسروں کی اصلاح کی طرف توجہ کرو۔ ثم انتقل الی مخاطبۃ المؤمنین امرھم اولا بالتقوی والایمان ثم امرھم بالسعی فی القاء الغیر فی الایمان والطاعۃ (کبیر ج ۳ ص ۲۶) اور مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو سلسلہ تمہارے اندر جاری ہے اسے قائم رکھو یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اب یہ سلسلہ شروع کرو کیونکہ یہ سلسلہ تو پہلے سے موجود تھا۔ بقرینۃ کنتم خیر امۃ حضرت شاہ عبد القادر فرماتے ہیں مسلمانوں پر فرض ہے ان کی ایک جماعت قائم رہے جہاد کرتے کو اور دین کی باتوں کا خیال رکھنے کو تاکہ دین کے خلاف کوئی کچھ نہ کرے۔ جو اس پر قائم رہیں۔ وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے۔ موسیٰ بدین خود و عیسیٰ بدین خود یہ راہ مسلمانوں کی نہیں۔ ١٥٢ ؎ یہاں حصر فلاح کامل کے اعتبار سے ہے نہ کہ فلاح مطلق کے اعتبار سے ای ھم الاخصاء بالفلاح الکامل (مدارک ج ۱ ص ۱۳۶) ١٥٣ ؎ یہ مسلمانوں کے لئے زجر ہے اور ساتھ ہی اخروی تخویف ہے۔ اصلاح احوال کا حکم دینے کے بعد دوبارہ تفرق و اختلاف سے منع فرمایا اور اختلاف کی صورت میں عذاب اخروی کی دھمکی دی تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اتفاق اور محبت کی جڑیں مضبوط ہو جائیں اور میدان جنگ میں ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کر سکیں۔ تفرقوا اور اختلفوا کو بعض مفسرین نے ایک ہی معنی میں لیا ہے۔ اور تکرار لفظ کو

تاکید پر محمول کیا ہے۔ اور اختلاف سے توحید باری تعالیٰ اور دیگر اصول دین میں اختلاف مراد ہے اور بعض مفسرین نے تفرقوا سے باہمی عداوت اور اختلاف سے مذہبی اختلافات مراد لئے ہیں۔ واختلفوا فی التوحید والتنزیہ واحوال المعاد قیل وھذا معنی تفرقوا وکررہ للتاکید وقیل التفرق بالعداوۃ والاختلاف بالدیانۃ (روح ج۴ ص۲۳) اور الذین سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے توحید اور دیگر اصول دین میں اختلاف کیا۔ وھم الیھود والنصاری فانھم اختلفوا وکفر بعضھم بعضا (مدارک ج۱ ص۱۳۶) یعنی الیھود والنصاری فی قول جمھور المفسرین (قرطبی ج۴ ص۱۶۶) اور بینات سے تورات و انجیل کی وہ صریح اور واضح آیتیں مراد ہیں جن میں دین اسلام، توحید، صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کا تفصیلی ذکر موجود ہے اور جن کے بعد انہیں کسی قسم کا اختلاف نہیں کرنا چاہئے تھا۔ من بعد ما جاءھم فی التوراۃ والانجیل تلک النصوص الظاھرۃ الخ (کبیر ج۳ ص۳۸) واولئک لھم عذاب عظیم ۰ اولئک سے انہی اختلاف کرنے والوں کی طرف اشارہ ہے یعنی جن لوگوں نے دین میں اختلاف و تفرقہ ڈالا ہے ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اس طرح اس میں مسلمانوں کے لئے زجر ہے **۱۵۴؎** یوم منصوب علی الظرفیۃ ہے اور عذاب عظیم سے متعلق ہے انہ نصب علی الظرف والتقدیر ولھم عذاب عظیم فی ھذا الیوم الخ (کبیر ج۳ ص۳۸) یعنی یہ عذاب اس دن میں ہوگا جس میں کچھ چہرے سفید اور نورانی ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ جس میں مومنین کے چہرے چمکدار ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ اور یہ اس لئے ہوگا تاکہ میدان حشر میں ہر شخص مومن اور کافر، سعید اور شقی اور نیک بخت اور بد بخت کو ان علامتوں سے پہچان لے۔ والحکمۃ فی بیاض الوجوہ وسوادھا ان اھل الموقف اذا رأوا بیاض وجہ المؤمن عرفوا انہ من اھل السعادۃ واذا رأوا سواد وجہ الکافر عرفوا انہ من اھل الشقاوۃ (خازن ج۱ ص۳۳۶) **۱۵۵؎** یہاں دونوں گروہوں کے انجام کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور اکفرتم سے پہلے فیقال لھم محذوف ہے **۱۵۶؎** العذاب سے عذاب معہود مراد ہے یعنی وہ عذاب جو صفت عظیم سے متصف ہے فذوقوا میں ف فصیحیہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے اور اس کا نتیجہ ہے اور بما میں ب سببیہ ہے مطلب یہ کہ یہ عذاب ان کے کفر و انکار کا نتیجہ ہے ان پر ظلم نہیں ہے **۱۵۷؎** یہ مومنوں کے لئے خوشخبری ہے اور رحمۃ اللہ سے مراد جنت ہے جنت کو لفظ رحمت سے تعبیر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ مومن اگرچہ تمام عمر عبادت الٰہی میں بسر کر ڈالے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرے تو آخرت میں جو انعام اسے ملے گا۔ وہ محض اس کی رحمت اور اس کے فضل سے ملے گا۔ وانما عبر عن ذالک بالرحمۃ اشعارا بان المؤمن وان استغرق عمرہ فی طاعۃ اللہ تعالیٰ فانہ لاینال ماینال الا برحمتہ تعالیٰ (روح ج۴ ص۲۶) ھم فیھا خالدون ۰ اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے نہ انہیں موت آئے گی اور نہ جنت اور اس کی نعمتوں پر فنا آئے گی۔ فی جنتہ دار کرامتہ خالدون باقون (قرطبی ج۴ ص۱۶۹) **۱۵۸؎** تلک سے گذشتہ آیات کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ آیتیں ہم آپ پر اصل حقیقت واضح کرنے کے لئے نازل کرتے ہیں ای نکشف ما الامر علیہ فی الدنیا والاخرۃ (ابن کثیر ج۱ ص۳۹۱) **۱۵۹؎** پہلے کفار کے لئے سخت سزا کا اعلان تھا۔ اس لئے ساتھ ہی اعلان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے وہ بلا وجہ کسی کو سزا نہیں دیتا وہ حاکم عادل ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ وہ مالک و مختار اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔ اس لئے اسے اپنی مخلوق پر ظلم کرنے کی کیا ضرورت ہے **۱۶۰؎** یہ توحید پر پانچویں عقلی دلیل ہے۔ اور اس میں جار مجرور کی تقدیم افادہ حصر کے لئے ہے یعنی زمین و آسمان کی ساری کائنات صرف اللہ ہی کی ہے، ساری کائنات کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا اور وہی ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز میں متصرف اور مختار ہے ای لہ سبحانہ وحدہ ما فیھما من المخلوقات ملکا وخلقا وتصرفا (روح ج۴ ص۲۷) **۱۶۱؎** تمام معاملات کا فیصلہ اور تمام امور کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے جب زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق و مالک اور متصرف و مختار اللہ ہی ہے تو پھر وہی عبادت اور پکار کے لائق ہے اس لئے عبادت صرف اسی کی کرو اور ضرورتوں اور مصیبتوں میں صرف اسے ہی پکارو۔ قال الشیخ۔ اس میں تشجیع علی الجہاد ہے۔ یعنی سب کچھ خدا ہی کے قبضہ میں ہے اور فتح و شکست اس کے اختیار میں ہے۔ تو پھر اس پر بھروسہ کرتے ہوئے کفار سے جہاد کرو۔ اور ہمت نہ ہارو۔ وہ ضرور تمہیں فتح دے گا **۱۶۲؎** للناس خیر امۃ سے متعلق ہے جیسا کہ ابن عباس، ابوہریرہ، مجاہد، عطاء، عکرمہ اور ربیع رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ یعنی خیر الناس للناس والمعنی انھم خیر الامم وانفع الناس للناس۔ (ابن کثیر ج۱ ص۳۹۱) یعنی تم ایک ایسی امت ہو جو سب امتوں سے بہتر ہو اور تمام امتوں سے بڑھ کر لوگوں کے لئے مفید اور نفع رساں ہو۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں یہاں فلتکونوا علی ذالک محذوف ہے یعنی تم اسی پر قائم رہو اور تمہارا شیوہ یہی رہے کہ توحید بیان کرتے رہو اور توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد میں مصروف رہو **۱۶۳؎** یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس میں امت مسلمہ کے افضل اور خیر الامم ہونے کی علت بیان کی گئی ہے۔ ھذا الکلام مستانف والمقصود منہ بیان علۃ تلک الخیریۃ وکونھم خیر امۃ (خازن ج۱ ص۳۳۷) اس آیت میں معروف اور منکر سے اگرچہ بعض مفسرین نے توحید اور شرک مراد لیا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ دونوں لفظوں کو عموم پر محمول کیا جائے اور معروف سے وہ تمام نیک کام مراد ہوں جو شرعاً معروف اور جائز ہوں اور منکر سے مراد تمام گناہ ہوں والظاھر فی المعروف والمنکر العموم (بحر ج۳ ص۲۹) والمتبادر من المعروف الطاعات ومن المنکر المعاصی التی انکرھا الشرع (روح ج۴ ص۲۸) اس طرح توحید سے لے کر چھوٹے سے چھوٹا نیک کام معروف میں داخل ہے اور شرک سے لے کر چھوٹے سے چھوٹا گناہ منکر کا فرد ہے۔ موجودہ زمانہ کی نئی تہذیب نے اب نئے انڈے دیگر منکرات میں اضافہ کر دیا ہے مثلاً سینما تھیٹر، ناچ گھر، جم خانے، شراب خانے، میوزک سکول، فوٹو اسٹوڈیو وغیرہ سب منکرات کے اڈے ہیں۔ اور ان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب منکرات ہیں اور ان سے منع کرنا علماء وقت پر فرض ہے۔ جن مفسرین نے معروف اور منکر کو توحید اور شرک سے مخصوص کیا ہے انہوں نے معروف اور منکر سے فرد کامل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایمان چونکہ تمام امتوں میں مشترک تھا اور اس امت کی خصوصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھی اس لئے اس خصوصیت کو ذکر میں ایمان پر مقدم کیا نیز اس سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اگرچہ بعض پہلی امتوں پر بھی فرض تھا لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو نظام عطا فرمایا ہے وہ پہلی امتوں کی نسبت ہر لحاظ سے کامل و مکمل اور جامع ہے اور اس کا دائرہ عمل انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اعتقادات سے لے کر اعمال تک اور اخلاقیات و معاشیات سے لے کر سیاسیات تک تمام شعبوں کی تنظیم و اصلاح کی ذمہ داری اس امت پر ڈالی گئی ہے اور اسے خبردار کیا گیا ہے کہ دنیا میں نظام حق کو قائم رکھنے اور اسے چلانے کے لئے شریعت حقہ کا اتباع کیا جائے اور کوئی قدم اس کے خلاف نہ اٹھایا جائے۔ آیت میں خطاب تو اگرچہ صحابہ کرام سے ہے مگر بقرینہ علت اس سے ساری امت مراد ہے قال الزجاج قولہ کنتم خیر امۃ الخطاب فیہ مع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکنہ عام فی کل امۃ الخ (خازن ج۱ ص۳۳۷) اور ایمان باللہ سے مراد یہ ہے کہ دل و جان سے اس کی ہستی کا یقین کیا جائے اور بلاشرکت غیرے اس کی خالص اطاعت اور عبادت کی جائے اور اس کے دئے ہوئے نظام حیات کے سامنے سر انقیاد خم کر دیا جائے۔ ای وتصدقون باللہ وتخلصون لہ التوحید والعبادۃ (خازن ج۱ ص۳۳۷) **۱۶۴؎** یہ اہل کتاب کے لئے اس دین کو قبول کرنے کی ترغیب ہے۔ جس کی وجہ سے اس امت کو باقی تمام امتوں پر افضلیت کا درجہ ملا یعنی اہل کتاب ایمان لے آئیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کر لیں تو یہ دنیوی ریاست اور شان و شوکت کے مقابلہ میں ان کے لئے دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت بہتر اور مفید ہوگا۔ کیونکہ ایمان لانے کی صورت میں ایک طرف تو وہ افضل امت میں شامل ہو جائیں گے اور دوسری طرف آخرت میں اجر عظیم اور ثواب جزیل کے مستحق ہوں گے اور ان میں جو علماء ہیں ان کو عوام پر دنیا میں دینی سیادت و ریاست بھی حاصل رہے گی۔ ولو آمنوا لحصلت لھم ھذہ الریاسۃ فی الدنیا مع الثواب العظیم فی الآخرۃ فکان خیرا لھم مما قنعوا بہ (کبیر ج۳ ص۴۲) **۱۶۵؎** یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ

اہل کتاب کے کچھ ذی علم اور صاحب فہم ایمان لاچکے ہیں جیسا کہ یہودیوں میں سے عبداللہ بن سلام اور ان کے دوسرے ساتھی اور عیسائیوں میں سے نجاشی، عدی بن حاتم وغیرہ لیکن ان کی اکثریت کفر پر ہے اور وہ تورات و انجیل کی ان آیتوں سے جن میں آخری پیغمبر پر ایمان لانے کے احکام ہیں روگردانی پر تلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے جو ایمان لاچکے ہیں۔ منکرین کو ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔
لن یضروکم الا اذی یہ ترغیب الی الجہاد ہے، اذی ضرر کے مقابلہ میں ہلکی اور معمولی سی تکلیف کو کہتے ہیں۔ الاذی بمعنی الضرر الیسیر (روح ج۴ ص۲۸) اور اس سے مراد گالی گلوچ طعن و تشنیع اور دھمکی وغیرہ ہے۔ الاضرار مقتصرا علی اذی بقول من طعن فی الدین او تہدید او نحو ذالک (مدارک ج۱ ص۱۳۶) یعنی اہل کتاب تم کو مالی یا جانی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور نہ ہی انہیں تم پر غلبہ حاصل ہو سکے گا۔ بس زیادہ سے زیادہ وہ تمہارے خلاف زبانی پروپیگنڈا، افترا اور اللہ کی آیتوں کی تکذیب و تحریف کرتے رہیں گے۔ یعنی کذبھم و تحریفھم وبھتھم لا ...

الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١٠﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
نافرمان ہیں ف ۱۶۵ وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا مگر ستانا زبان سے ف ۱۶۶ اور اگر تم سے لڑیں گے
يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ
تو پیٹھ دیں گے ف ۱۶۶ پھر ان کی مدد نہ ہوگی ماری گئی
عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ
ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے دستاویز اللہ کے
وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ
اور دستاویز لوگوں کے ف ۱۶۷ ف ۳ اور کمایا انہوں نے غصہ اللہ کا اور
ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا
لازم کر دی ان کے اوپر حاجتمندی ف ۱۶۸ یہ اس واسطے کہ وہ انکار
يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ
کرتے رہے ہیں اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کو
حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿١١٢﴾ لَيْسُوْا
ناحق ف ۱۶۹ یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے ف ۱۷۰ ف ۴ وہ سب
سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ
برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں
اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُوْنَ
آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں ف ۵ ف ۱۷۱ ایمان لاتے ہیں
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَ
منع کرتے ہیں برے کاموں سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر ف ۱۷۲ اور

مراسلات لائے مومنین اہل کتاب

تکون لھم الغلبۃ (قرطبی ج۴ ص۱۷۳) ف ۱۶۶ یہ ماقبل کا تتمہ ہے۔ مسلمان مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلا دیا کہ اہل کتاب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اول تو وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں گے ہی نہیں اور اگر کبھی جرأت کر کے مقابلہ میں آبھی گئے تو شکست کھا کر پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگ نکلیں گے اور مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے ثم لا ینصرون مغلوب اور شکست خوردہ ہونے کے بعد پھر انہیں کبھی نصرت و غلبہ اور شوکت و قوت حاصل نہیں ہوگی ای انھم بعد صیرورتھم منھزمین لا یحصل لھم شوکۃ ولا قوۃ البتۃ (کبیر ج۳ ص۴۱۶) یا مطلب یہ ہے کہ جن مشرکین عرب کی مدد پر ان کو اعتماد ہے شکست کی صورت میں کوئی ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی منافقین ان کی مدد کو پہنچیں گے۔ یہ پیش گوئی حرف بحرف صحیح نکلی اہل کتاب نے ہر معرکہ میں شکست کھائی۔ اور ہر میدان میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ وکل ھذہ الاخبار وقعت کما اخبر اللہ عنھا فان الیھود لم یقاتلوا الا انھزموا وما اقدموا علی محاربۃ وطلب ریاسۃ الا خذلوا الخ (کبیر) ف ۱۶۷ حبل کے معنی عہد اور ذمہ کے ہیں والحبل العھد والذمۃ (مدارک ج۱ ص۱۳۶) حبل من اللہ سے مراد عقد ذمہ اور ادائے جزیہ ہے اور حبل من الناس سے لوگوں کی طرف سے امان نفس اور حفاظت مال وغیرہ کا عہد مراد ہے۔ ای بذمۃ من اللہ وھو عقد الذمۃ لھم وضرب الجزیۃ علیھم والزامھم احکام الملۃ و حبل من الناس ای امان منھم لھم کما فی المھادن والمعاھد الخ (ابن کثیر ج۱ ص۳۹۶) حاصل یہ کہ یہودیوں پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی گئی ہے۔ اور ہر جگہ ان کا مال اور ان کی جان بے وقعت ہیں اور سوائے دو صورتوں کے نہ ان کا مال و جان محفوظ ہے۔ اور نہ ہی ان کو عزت اور وقار کی زندگی نصیب ہے۔ اول یہ کہ وہ کسی مسلم حکومت کے ذمی بن کر رہیں ان کو جزیہ ادا کریں اور اس طرح وہ حقوق ذمہ حاصل کر لیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ دوم یہ کہ کسی دوسری قوم سے دوستی اور نصرت و مدد کا کوئی معاہدہ کر لیں اور اس طرح ان کو زندگی میں کچھ چین نصیب ہو جائے ان دونوں صورتوں کے سوا دنیا میں نہ ان کی کوئی خود مختار حکومت قائم ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی ان کا مال و جان محفوظ ہو سکتا۔ آج اگر دنیا کے ایک مختصر سے حصے میں یہودیوں کی حکومت قائم ہو گئی ہے تو حقیقت میں اس کا اپنا کوئی وجود نہیں وہی حبل من الناس کے تحت امریکہ کے سہارے جی رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے۔ اسرائیلی حکومت کا وجود مغرب کے ان سیاسی جوئے بازوں کے اپنے ذاتی مفادات کا نتیجہ ہے۔ اور کچھ نہیں ف ۱۶۸ یہ ان کی بداعمالیوں

موضح قرآن ف یہ امت ہر امت سے بہتر ہے اسی دو صفت سے امر معروف یعنی جہاد اور ایمان یعنی توحید کا تقید اس قدر اور دین میں نہیں ہے ف سوائے دستاویز یہود دنیا میں کہیں اپنی حکومت سے نہیں رہتے بغیر دستاویز اللہ کے کہ بعضی رسمیں توریت کی عمل میں لاتے ہیں اس کے طفیل سے پڑے ہیں اور بغیر دستاویز لوگوں کے یعنی کسی رعیت میں اس کی پناہ میں پڑے ہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بسبب زبان درازی ۱۲ ف۲ یعنی مگر بعہد و ذمہ ۱۲ ف۳ یعنی آنانکہ از ایشان مسلمان شدہ اند مانند عبداللہ بن سلام ۱۲

کی سزا ہے جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ یعنی ان بداعمالیوں کی وجہ سے وہ غضب الٰہی کے مستحق ہوچکے ہیں اور دنیا میں ان پر غضب الٰہی کا ظہور ابدی ذلت اور رسوائی کی صورت میں ہوچکا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہیں ذلیل وخوار اور دوسروں کے محتاج ہیں۔ مسکنۃ سے اکثر مفسرین نے جزیہ مراد لیا ہے جو ذلت ورسوائی کی علامت ہے والاکثرون حملوا المسکنۃ علی الجزیۃ وھو قول الحسن (کبیر ص۳۳ ج۳) اور بعض نے اس لفظ کو فقر اور تنگدستی پر محمول کیا ہے یہودیوں میں جو مالدار ہیں وہ معدودے چند ہیں اور ان کی اکثریت فقر اور تنگدستی میں مبتلا ہے اور جو مالدار ہیں وہ بھی اپنا غنا ظاہر نہیں کرتے فھم فی الغالب مساکین وقلما یوجد یھودی یظھر الغنی (روح ص۲۹ ج۴) ۱۶۹ ذالک سے مذکورہ سزاؤں کی طرف اشارہ ہے اور آیات سے تورات کی وہ آیتیں مراد ہیں جن میں مسئلہ توحید کا بیان تھا۔ اور جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں (روح ص۲۹ ج۴) یعنی ان کو مذکورہ سزائیں اس لئے دی گئیں کہ ایک تو وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے دوم اس لئے کہ وہ اللہ کی توحید بیان کرنے والے پیغمبروں کو بے دریغ قتل کیا کرتے تھے ۱۷۰ ذالک سے کفر اور قتل انبیاء کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کو قتل اس لئے کیا کرتے تھے کہ خدا کی لگاتار نافرمانی اور اس کی مسلسل حدود شکنی کی وجہ سے ان کے دل سیاہ اور سخت ہوچکے تھے۔ کفر و عصیان ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ اور ضد وعناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت ہوچکی تھی اس لئے ایمان واطاعت کی تو ان سے توقع ہی نہیں تھی۔ ان سے اگر صادر ہوسکتے تھے۔ تو کفر وعصیان اور قتل انبیاء ایسے برے افعال اور سنگین جرائم ہی صادر ہوسکتے تھے لیسوا سواء حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب قوموں پر خدا کا غضب آتا ہے تو ان کا ہر ہر فرد بدکار نہیں ہوتا بلکہ ان میں بعض نیکوکار بھی ہوتے ہیں اور ان سنگریزوں کے ڈھیروں میں کوئی کوئی سچا موتی بھی ہوتا ہے۔ یہی حال اہل کتاب کا تھا۔ جہاں ان کے عالموں، پیروں، درویشوں اور سجادہ نشینوں کی اکثریت دنیا دار، غلط کار اور حق پوش تھی وہاں ان میں خال خال خدا سے ڈرنے والے، حق کہنے اور توحید بیان کرنیوالے عالم بھی موجود تھے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کے باطل پرست اور شرک پسند عالموں کی شرارتوں اور ان کی سزاؤں کا ذکر فرمایا اب یہاں سے یہود کے ان عالموں اور پیروں کا ذکر شروع ہوتا ہے جنہوں نے دین توحید یعنی اسلام قبول کرلیا تھا اور پھر توحید کی تبلیغ و اشاعت بھی کرتے تھے اور خود بھی توحید پر قائم تھے چنانچہ فرمایا کہ اہل کتاب سب یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے قبول حق کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور دین توحید (اسلام) کو قبول کرکے نہ صرف خود اس پر قائم ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی تبلیغ واشاعت میں سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں۔ ۱۷۱ یہ استیناف لیسوا سواء کا بیان ہے، امۃ قائمۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ توحید اور دین اسلام پر ثابت قدم ہیں، ان کا ایمان نہایت مضبوط ہے، ان کے دل شک واضطراب سے خالی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی پر قائم ہیں۔ انھا ثابتۃ علی التمسک بالدین الحق ملازمۃ لہ غیر مضطربۃ فی التمسک بہ (کبیر ص۴۵ ج۳) ای امۃ مستقیمۃ علی طاعۃ اللہ تعالیٰ ثابتۃ علی امرہ الخ (روح ص۳۳ ج۴) اور یتلون آیات اللہ الخ قال الشیخ ای یبینون التوحید ویسجدون للہ خاصۃ یعنی وہ توحید بیان کرتے اور صرف اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں یا اس سے کثرت نماز کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ وھم یسجدون یتلون کی ضمیر سے حال ہے اور یسجدون کے معنی یصلون کے ہیں کیونکہ تلاوت

اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ
وہی لوگ نیک بخت ہیں اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام
فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
اس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی ۱۷۲ اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی ف۱ وہ لوگ جو
كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ
کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے ان کو ان کے مال اور نہ اولاد
مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا
اللہ کے آگے کچھ ۱۷۳ اور وہی لوگ رہنے والے ہیں آگ میں دوزخ کی وہ اس آگ
خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ ھٰذِهِ الْحَيٰوةِ
میں ہمیشہ رہیں گے ۱۷۴ جو خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی
الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ
میں اس کی مثال جیسے ایک ہوا کہ اس میں ہو پالا جا لگی کھیتی کو اس قوم کی
ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَاَھْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَ
کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اسکو نابود کرگئی ۱۷۵ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن
لٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ۱۷۶ ف۲ ف۱ اے ایمان والو نہ
تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ
بناؤ بھیدی کسی کو ف۲ اپنوں کے سوا ۱۷۷ وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں
وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ
انکی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف میں رہو نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے ۱۷۹
وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ
اور جو مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ ہم نے بتا دیئے تم کو

ک۱ تخویف اخروی برائے مشرکین اہل کتاب ۱۲

ک۲ مشرکین کا مال خرچ کرنا ضائع ہے اور شبہ کا جواب ۱۲

ک۳ زجر برائے مؤمنین ایسے مشرکین سے دلی دوستی مت رکھو ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہود میں پانچ سات آدمی حق پرست تھے وہ مسلمان ہوگئے ان کے سردار عبداللہ بن سلام تھے حق تعالیٰ ہر جگہ اہل کتاب کی مذمت میں سے ان کو نکال لیتا ہے یہ بھی انہیں کا مذکور تھا۔ ف۲ یعنی جو مال خرچ کیا اور راہ اللہ کی نہ تھا پھر دنیا آخرت میں وہ دیا نہ دیا برابر ہے

فتح الرحمٰن ف۱ حاصل آنست کہ صدقات ایشاں حبط میشود ۱۲ ف۲ یعنی از غیر مسلمانان ۱۲

سجدے میں نہیں ہوتی۔ اور نماز سے تہجد کی نماز یا نماز عشاء مراد ہے۔ وعبر بالتلاوۃ فی ساعات اللیل عن التھجد بالقرآن (بحر ج۳ ص۳۲) عبر بالسجود عن الصلاۃ لان التلاوۃ لا تکون
فی السجود وقیل ھی صلاۃ التھجد وقیل ھی صلاۃ العشاء الخ (خازن ج۱ ص۳۴۳) ای یقیمون اللیل ویکثرون التھجد ویتلون القرآن فی صلواتھم (ابن کثیر ج۱ ص۳۹۷) ۱۷۲ مؤمنین اہل کتاب
کی مزید مدح اور تعریف فرمائی کہ وہ اللہ پر اور آخرت پر ٹھیک ٹھیک شریعت مصطفویہ کے مطابق ایمان لاتے ہیں اور اپنے گذشتہ مشرکیہ عقائد مثلاً ابنیت مسیح اور عزیر سے تائب ہو چکے ہیں نیز
اپنے سابقہ تصور آخرت سے بھی دستبردار ہو چکے ہیں۔ کیونکہ پہلے وہ آخرت میں شفاعت قہری کے قائل تھے۔ وذالک لان ایمان اھل الکتاب فیہ شرک ویصفون الیوم الاخر بخلاف ما یصفہ المؤمنون
(خازن ج۱ ص۳۴۳) اور پھر صرف یہی نہیں کہ خود ہی ایمان لا کر نیک اعمال میں مصروف ہو گئے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ایمان اور اعمال صالحہ کی دعوت دیتے اور کفر اور منکرات سے ان کو منع کرتے ہیں اور رضائے الٰہی کی خاطر
اس کی طاعت اور بندگی میں دوسروں سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں واولئک من الصلحین ۔ یعنی اہل کتاب میں سے جو لوگ مذکورہ بالا صفات جلیلہ سے متصف ہیں اللہ کے نزدیک ان کا شمار نیکو
کار لوگوں میں ہے ای من جملۃ الصلحین الذین صلحت احوالھم عند اللہ عزوجل (خازن ج۱ ص۳۴۳) یہاں تک تو ان کی مدح و ثنا تھی آگے ان کے اعمال صالحہ کی جزا کا ذکر
ہے ۱۷۳ ایمان لانے کے بعد اب وہ جو بھی نیک عمل بجا لائیں گے اس کے اجر و ثواب سے وہ محروم نہیں رہیں گے بلکہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور ان کا سابقہ کفر اور ان کے گذشتہ
برے اعمال اس پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ ای لن یحرموا ثوابہ البتۃ (روح ج۴ ص۳۵) وما تفعلوا من خیر فلن تجحدوا ثوابہ بل یشکر لکم وتجازون علیہ (قرطبی ج۴ ص۱۷۷) واللہ علیم بالمتقین
پرہیزگار لوگ اللہ سے چھپے ہوئے نہیں وہ ان کی نیکی اور پرہیزگاری کی ضرور جزا دے گا۔ اس میں متقین کے لئے اخروی جزا کا وعدہ ہے۔ والمعنی علیم بھم انہ مجازیھم علی تقواھم وفی ذالک
وعد للمتقین ووعید للمفرطین (بحر ج۳ ص۳۶) ۱۷۴ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنین اہل کتاب کا ذکر فرمایا ان کی خوبیاں گنائیں اور انہیں بشارت
اخروی سے نوازا اب یہاں سے کفار اہل کتاب کا ذکر کر کے انہیں اخروی تخویف فرمائی۔ قال مقاتل لما ذکر تعالیٰ مومنی اھل الکتاب ذکر کفارھم وھو قولہ ان الذین کفروا (قرطبی ج۴ ص۱۷۷)
اور کفار اہل کتاب سے یہاں مراد عام ہے خواہ عوام ہوں یا خواص، مریدین اور متبعین ہوں یا ان کے علماء سجادہ نشین اور متبوعین جس طرح مریدین اپنے پیروں اور سجادہ نشینوں پر خرچ کرتے
ہیں۔ ان کی خدمت میں نذرانے اور شیرینیاں پیش کرتے اور ان نذرانوں کے ذریعے اپنے پیروں سے آخرت میں نفع کی امید رکھتے ہیں اور اس توقع میں رہتے ہیں کہ ان نیازوں اور نذرانوں
کے عوض ان کے پیر قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گے اور خدا کے عذاب سے ان کو چھڑا لیں گے اسی طرح پیر اور سجادہ نشین بھی دنیا میں بزعم خود اپنی دولت نیک کاموں میں خرچ
کرتے ہیں۔ مثلاً بزرگوں کے مزارات اور ان کی خانقاہیں تعمیر کرواتے ہیں، مریدوں اور مزارات پر نذرانے لانے والوں کے لئے سرائیں بنواتے اور لنگر جاری کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ تو اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں کے ان مولویوں اور سجادہ نشینوں اور اسی طرح ان کے مریدوں کا اس طرح دنیا میں دولت خرچ کرنا بالکل بیکار ہے اس کا ان کو سر مو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ
انفاق اور دوسرے اعمال صالحہ کا آخرت میں مفید اور نفع بخش ہونا ایمان خالص اور توحید پر موقوف ہے اور یہ شرک اور کفر میں منہمک ہیں۔ ۱۷۵ لہٰذا انجام کار ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ
جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ خلود فی النار ان کے کفر و شرک پر قائم رہنے کا نتیجہ ہے۔ اس آیت سے معتزلہ کے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ فساق المؤمنین مخلد فی النار ہوں گے۔ کیونکہ اولئک اصحاب
النار کی ترکیب مفید حصر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ صرف کفار ہی ایسے جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اس سے کبھی نہیں نکلیں گے تو معلوم ہوا کہ مومن گنہگار جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے جیسا کہ
معتزلہ کا خیال ہے۔ ولما افادت ھذہ الکلمۃ معنی الحصر ثبت ان الخلود فی النار لیس الا للکافر (کبیر ج۸ ص۲۹) ۱۷۶ صر کے معنی شدید سردی کے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے
الصر البرد الشدید (قرطبی ج۴ ص۱۷۷، روح ج۴ ص۳۶، کبیر ج۸ ص۵۱) اور ظلموا انفسھم میں ظلم سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے شرک اور کفر و عصیان کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور ہلاکت و خسران کے
مستحق ہوئے۔ ظلموا انفسھم بالکفر والمعاصی ومنع حق اللہ تعالیٰ فیہ (معالم و خازن ج۱ ص۳۴۴) حضرت شیخ کی تفسیر کے مطابق انفاق سے یہاں یہودیوں کے پیروں کا مریدوں پر اور مریدوں
کا پیروں پر خرچ کرنا مراد ہے نفقۃ الیھود علی علمائھم (جامع البیان ص۵۹) پہلے گذر چکا ہے کہ آخرت میں کفار کو ان کے مال و منال سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا تو یہاں ایک شبہہ پیدا ہو سکتا تھا
کہ اگر کفار دنیا میں اپنی دولت نیک کاموں میں خرچ کر ڈالیں تو شاید آخرت میں اس کا انہیں ثواب مل جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس شبہہ کا ازالہ فرما دیا کہ کافروں کا دنیا میں صدقہ و خیرات
کرنا اور نیک کاموں میں اپنی دولت کو لگانا اجر آخرت کے اعتبار سے بالکل بے سود ہے آخرت میں انہیں اس کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اعمال صالحہ کے عند اللہ مقبول اور باعث اجر و ثواب
ہونے کے لئے ایمان اور اخلاص توحید شرط ہے اور کفار اس سے محروم ہیں اس لئے ان کے تمام اعمال باطل اور رائیگاں ہیں۔ کافروں کی خیرات کے بے سود ہونے کو اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ہی آسان
مثال کے ذریعے واضح فرمایا ہے جس طرح کافر اور مشرک قوم کی سرسبز و شاداب کھیتی ہو لیکن انہوں نے اسے برف اور پالے سے محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہ کیا ہو اور وہ اس کی شادابی کو دیکھ دیکھ
کر خوش ہو رہے ہوں۔ اور اس کی پیداوار کے بارے میں بہت پر امید ہوں کہ اچانک ہوا کا طوفان آ جائے جس میں شدت کی سردی اور برف اور پالا ہو اور اس لہلاتی ہوئی کھیتی کو بالکلیہ تباہ و
برباد کر کے رکھ دے اور کھیتی والے کف افسوس ملتے رہ جائیں اور ان کی اس کھیتی سے غلہ اور دیگر منافع حاصل کرنے کی تمام امیدیں خاک میں مل جائیں بالکل یہی حال کفار کی خیرات کا ہے جس طرح ان
کھیتی والوں کو اس کے نفع کی بڑی امید تھی مگر طوفان باد و برد نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اسی طرح کافر دنیا میں رفاہ عامہ کے کاموں میں اور دیگر کار ہائے خیر میں اپنی دولت خرچ کرتے ہیں اور
امید رکھتے ہیں کہ اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو انہیں اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ لیکن کفر و شرک کی وجہ سے ان کے تمام اعمال باطل اور رائیگاں ہیں مثل نفقۃ الکافرین فی بطلانھا وذھابھا و
عدم منفعتھا کمثل زرع اصابہ ریح باردۃ او نار فاحرقتہ واھلکتہ فلم ینتفع اصحابہ بشئ بعد ما کانوا یرجون فائدتہ ونفعہ (قرطبی ج۴ ص۱۷۷) مثال میں اللہ تعالیٰ نے کافروں
کی کھیتی کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ کافروں کی خیرات کی ایسی چیز سے تشبیہ مقصود تھی جو بالکلیہ تباہ و برباد ہو چکی ہو اور یہ بات صرف کافروں کی کھیتی ہی میں پائی جا سکتی ہے کیونکہ دنیا میں تو وہ اس کے
منافع سے محروم ہو ہی گئے آخرت میں بھی انہیں اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ لیکن مسلمان کے دنیا میں مالی نقصان کا معاملہ اس سے جداگانہ ہے دنیا میں مالی نقصان کی وجہ سے اگرچہ وہ اس کے فوائد و منافع سے
محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس نقصان کے عوض آخرت میں اجر و ثواب کی صورت میں اسے اس کا صلہ ضرور ملے گا۔ (کبیر ج۸ ص۵۲) ۱۷۷ ان کے نفقات و صدقات کو اللہ تعالیٰ نے باطل اور مردود کر کے ان پر
ظلم نہیں کیا یہ ان کی اپنی ہی بے راہ روی کا نتیجہ ہے کیونکہ انہوں نے ایمان و طاعت اور توحید خالص سے اعراض کیا جو صدقات اور دیگر اعمال کے قبول ہونے کی شرط اولین ہے اور شرک و طغیان اور
کفر و عصیان کی راہ اختیار کر لی جو غضب الٰہی کی طرف لے جاتی ہے۔ لان عملھم لم یکن للہ وھم بالوحدانیۃ دائنون ولامرہ متبعون ولرسلہ مصدقون بل کان ذالک منھم وھم
بہ مشرکون ولامرہ مخالفون ولرسلہ مکذبون بعد تقدم منہ الیھم انہ لا یقبل عملا من عامل الا مع اخلاص التوحید لہ الخ (ابن جریر ج۴ ص۳۴) ۱۷۸ یہ آیت مؤمنین کے لئے زجر
ہے اس میں ماقبل سے ترقی کر کے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرتے رہو اور غیر مسلموں سے پوشیدہ اور گہری دوستی بھی مت رکھو قال الشیخ بطانۃ کے معنی راز دار دوست یعنی جس کے

سامنے آدمی اپنے تمام ملی اور ذاتی راز کہہ ڈالے وبطانۃ الرجل خاصتہ الذین یستبطون امرہ (قرطبی ج۴ ص۱۷۸) اسلام سے پہلے انصار کے بعض قبیلوں کے کچھ قرب و جوار کی بنا پر اور کچھ مابین القبائلی معاہدات کی بنا پر یہودیوں سے دوستانہ تعلقات تھے یہ تعلقات اسلام کے بعد بھی انصار نے بدستور قائم رکھے ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ دارالاسلام بن گیا۔ اور اسلام دن بدن ترقی کرنے لگا تو ان یہودیوں نے انصار سے دوستانہ تعلقات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر ہی اندر مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں ظاہری طور پر مسلمانوں کے گہرے دوست بنے ہوئے تھے لیکن دلوں میں مسلمانوں کے خلاف سخت عداوت رکھتے تھے اور مسلمانوں سے ان کے پوشیدہ راز حاصل کر کے کافروں کو پہنچاتے رہتے اور ہر ممکن طریق سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صورت حال سے آگاہ فرمایا اور ان کو یہودیوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے روک دیا۔ قال ابن عباس کان رجال من المسلمین یواصلون الیہود لما بینہم من القرابۃ والصداقۃ والحلف والجوار والرضاع فانزل اللہ عزوجل ھذہ الایۃ ونھاھم عن مباطنتھم خوف الفتنۃ (خازن ج۱ ص۳۴۲) لا یألونکم خبالا خبال کے معنی فساد اور شرارت کے ہیں۔ یعنی یہ یہودی اگرچہ ظاہری تعلقات کی بنا پر تمہارے خلاف جنگ میں علانیہ شریک نہیں ہوں گے لیکن خفیہ طور پر تمہارے خلاف مکر و فریب اور سازشیں کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑیں گے ۱۷۹ ظاہر میں تو وہ تمہارے جانی دوست بنے ہوئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کرتے ہیں لیکن ان کی دلی آرزو اور خواہش یہ ہے کہ تمہیں کوئی فائدہ اور آرام و راحت میسر نہ ہو اور تم سخت تکلیف اور مشقت میں مبتلا رہو ان کی دلی عداوت اور ان کا اندرونی بغض و حسد ان کی زبانوں سے کئی بار ظاہر ہو چکا ہے یہودی اگرچہ اپنے مبغضانہ جذبات کو چھپانے کی کوشش کرتے لیکن شدت عداوت کی بنا پر بعض دفعہ غیر اختیاری اور غیر شعوری طور پر ان کی زبانوں سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے ان کی خفیہ عداوت ظاہر ہو جاتی وما تخفی صدورھم اکبر۔ زبان سے تو وہ کھل کر عداوت و تکذیب کا اظہار نہیں کرتے ان کی باتوں سے جو بغض و عداوت کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ اس عداوت اور بغض و حسد کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ جو تمہارے خلاف ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔ یعنی من العداوۃ والغیظ اکبر اے مما یظھرونہ (خازن ج۱ ص۳۴۲) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے عالموں اور پیروں کے جو حالات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں وہ آج کل کے علماء سوء اور پیران سیاہ کار پر پوری طرح منطبق ہیں اس طرح ان آیات کا حل آسان ہو جاتا ہے ۱۸۰ کفار سے ترک موالات کے بارے میں ہم نے کھلے الفاظ میں اپنے احکام دے دیئے ہیں اور وہ آیتیں کھول کر بیان کر دی ہیں جن میں کفار کی دوستی سے روکا گیا ہے اے اظھرنا لکم الآیات الدالۃ علی النھی عن موالات اعداء اللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (روح ج۴ ص۳۸) یا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان یہودیوں کے بغض و عناد اور حسد و عداوت کی نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ ان کو فوراً پہچان لو اور ان سے علیحدہ رہو۔ او قد اظھرنا لکم الدلالات الواضحات التی یتمیز بھا الولی من العدو (روح ج۴ ص۳۸) قومی اور ملی دشمنوں سے دوستانہ تعلقات سیاسی نتائج کے لحاظ سے بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں بعض اوقات دشمن کو کئی کلیدی رازوں کا پتہ چل جاتا ہے جس سے کئی اہم جنگی اور دوسرے تعمیری منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں۔ جنگ جیتنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی خفیہ جنگی تدبیروں کو دشمن کی رسائی سے بالا تر رکھا جائے۔ یہ وقت چونکہ مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کا تھا اس لئے مسلمانوں کو خبردار کر دیا گیا تاکہ وہ محتاط رہیں ۱۸۱ الکتاب میں لام جنس کا ہے اور مراد اس سے تمام آسمانی کتابیں ہیں اور ضمیر غائب سے منافقین یہود مراد ہیں یہ مسلمانوں کی نیک دلی اور یہودیوں کے روایتی بغض و عداوت کا بیان ہے مطلب یہ کہ تم تو ان سے دوستی بھی رکھتے ہو اور تمام آسمانی کتابوں کو حتیٰ کہ تورات اور انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہو۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ تم سے دوستی اور محبت تو در کنار وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پر بھی ایمان نہیں رکھتے حاصل یہ کہ وہ تمہارے ساتھ کسی وجہ سے بھی انس اور محبت نہیں رکھتے ۱۸۲ عضوا علیکم الانامل یعنی انگلیاں کاٹنا یہ ایک محاورہ ہے اور اس وقت بولا جاتا ہے۔ جب آدمی شدت غیظ سے دیوانہ ہو رہا ہو اور غصے کو عملی جامہ نہ پہنا سکتا ہو۔ والعض عبارۃ عن شدۃ الغیظ مع عدم القدرۃ علی انفاذہ (قرطبی ج۴ ص۱۸۲) یہاں ان کے نفاق کا بیان ہے مطلب یہ کہ ان سے دوستی اور خیر خواہی کی امید بالکل بیکار ہے کیونکہ ان کے دلوں میں کفر و عناد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور ان کا دعوائے ایمان سراسر منافقانہ ہے تمہارے سامنے تو وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جب آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو تمہارے خلاف شدت غیظ و غضب سے دانت پیستے ہیں۔ مسلمانوں کی شوکت و کثرت اور اسلام کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی مگر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کچھ کر بھی نہیں سکتے اس لئے شدت غیظ سے جھنجھلا اٹھتے ہیں والمعنی اذا خلا بعضھم ببعض اظھروا شدۃ العداوۃ وشدۃ الغیظ علی المومنین حتی تبلغ تلک الشدۃ الی عض الانامل الخ (کبیر ج۳ ص۵۶)

۱۸۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا ہے کہ آپ منافقین سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے اور اس نے تمہارے اندرونی کینہ اور بغض کی ہم کو اطلاع دے دی ہے باقی تمہاری یہ خواہش کہ اسلام مغلوب ہو جائے اور مسلمان ناکام ہو جائیں۔ یہ کبھی پوری نہیں ہوگی تم بیشک شدت غضب میں مرتے رہو۔ ۱۸۴ خطاب مسلمانوں سے ہے اور اس میں اسلام کے خلاف منافقین کے بغض و حسد اور کینہ پروری کا مزید بیان ہے یعنی ان کی عداوت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ تمہاری خوشحالی اور تمہارے نفع کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے اگر تمہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہو جائے یا تم پر خوشحالی کا دور آ جائے تو اس سے ان کے دل رنجیدہ ہو جاتے ہیں لیکن اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے یا تم مشقت میں پڑ جاؤ تو اس سے انہیں بہت خوشی ہوتی ہے ان تمام آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ ایمان والوں کے خلاف جن لوگوں کی کینہ پروری اور ان کے بغض و عداوت کا یہ حال ہو وہ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ انکو اپنا رازدار بنایا جائے خصوصاً جب کہ جہاد کا معاملہ درپیش ہو جس پر مسلمانوں کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کا مدار ہے والمعنی فی الایۃ ان من کانت ھذہ صفتہ من شدۃ العداوۃ والحقد والفرح بنزول الشدائد علی المومنین لم یکن اھلا لان یتخذ بطانۃ لاسیما فی ھذا الامر الجسیم من الجھاد الذی ھو ملاک الدنیا والاخرۃ (قرطبی ج۴ ص۱۸۳) ۱۸۵ یہاں مسلمانوں کو صبر و تقویٰ کی تلقین فرمائی۔ فرمایا کہ دشمنوں کے مکر و فریب اور ان کی چالوں سے محفوظ رہنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ تم صبر و استقلال سے کام لو۔ ان کی طرف سے تمہیں جو تکلیفیں دی جاتی ہیں انہیں برداشت کرو۔ دین اسلام پر قائم رہو۔ اور خدا کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ۔ اور خدا سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی سے بچو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی پر فریب چالوں سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان چند کلمات میں اللہ تعالیٰ نے جہاد میں کامیابی حاصل کرنے اور دشمنوں کے مکر و فریب سے محفوظ رہنے کے لئے نہایت اختصار کے ساتھ دو زریں اصول بیان فرمائے ہیں ایک استقلال دوم خدا کا خوف ھذا تعلیم من اللہ وارشاد الی ان یستعان علی کید العدو بالصبر والتقوی (مدارک ج۱ ص۱۳۶) ان اللہ بما یعملون محیط ۰ منافقین جو کرتے ہیں وہ اللہ کے علم میں ہے اس لئے وہ اپنے کرتوتوں کی سزا ضرور پائیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تسلی دی ہے اور منافقین کو عذاب اخروی کی تخویف فرمائی ہے۔ ۱۸۶ اب یہاں سے جنگ احد کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ والجمھور علی انھا غزوۃ احد (قرطبی ج۴ ص۱۸۴) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا تعلق اِنْ تَصْبِرُوْا الخ سے ہے یعنی اگر تم ہمت و استقلال، صبر و استقامت سے کام لو گے تو کافر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ آگے صبر و تقویٰ کے نتائج اور اس کے لئے دو نمونوں کا بیان ہے۔ جنگ بدر میں مشرکین کو مسلمانوں کے ہاتھوں انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ شکست اٹھانا پڑی۔ ان کے ستر سردار اور جنگجو بہادر قتل ہو گئے اور ستر گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قیدی ہوئے مالی نقصان اس کے علاوہ تھا اور ذلت و رسوائی اتنی ہوئی کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ اب وہ شکست خوردہ مشرکین انتقامی جنگ کی تیاری کرنے لگے چنانچہ واقعہ بدر سے ایک سال بعد ۳ھ کے اواخر میں جنگی تیاریاں مکمل کر لیں۔ اب ان کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سات سو زرہ پوش دو سو گھوڑ سوار اور باقی شتر سوار تھے۔ اور ان کا کوئی لڑاکا خالی ہاتھ نہ تھا۔ مشرکین چونکہ جوش انتقام میں دیوانے ہوئے جا رہے تھے اس لئے تمام قبیلوں کے سرداروں نے بھی جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا حتیٰ کہ مشرکین کی عورتوں نے بھی اس جنگ میں شرکت کی جو باجوں اور ڈھولکوں کیساتھ مقتولین بدر کے مرثیے گا گا کر اپنے جوانوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہی تھیں اور مسلمانوں کے ساز و سامان

کا یہ حالی تھا کہ مجاہدین کی تعداد صرف ایک ہزار تھی اور پوری فوج میں صرف دو گھوڑے تھے اور نہ تمام مجاہدین کے پاس تلواریں بھی نہیں تھیں اور پھر عین اس وقت جب کہ دشمن سامنے آیا اور مسلمان ابھی نماز صبح ہی میں
مصروف تھے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سو ساتھیوں کو ساتھ لے کر میدان جنگ سے واپس آگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جنگ سے پہلے تمام مجاہدین کی صفیں مناسب جنگی ترتیب کے مطابق بنائیں اور مختلف فوجی دستوں کو مختلف مورچوں پر متعین فرمایا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی صف بندی کی حالت کا ذکر فرمایا ہے
واللہ سمیع علیم۔ ۱۸۷ھ پہلا نمونہ یہ اذ غدوت سے بدل ہے۔ اور طائفتان سے انصار کے دو قبیلے مراد ہیں یعنی قبیلہ خزرج کے بنو سلمہ اور قبیلہ اوس کے بنو حارثہ والطائفتان بنو سلمۃ من
الخزرج وبنو حارثۃ من الاوس (قرطبی ج۴ ص۱۸۵) اور ھمّ کے معنی پختہ ارادہ اور حدیث نفس یعنی وسوسہ دونوں میں مستعمل ہے۔ لیکن یہاں وسوسہ اور حدیث نفس مراد ہے والظاھر ان ھذا الھم

الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ
ہیں اگر تم کو عقل ہے ۱۸۰ھ ف سن لو تم لوگ ان کے دوست ہو

وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا
اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو ۱۸۱ھ اور جب

لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ
تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں

الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ
تم پر انگلیاں غصہ سے ۱۸۲ھ تو کہہ مرو تم اپنے غصہ میں اللہ کو

اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ
خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں ۱۸۳ھ اگر تم کو ملے

حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ
کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے ان کو اور اگر تم پر پہنچے کوئی برائی

يَّفْرَحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ
تو خوش ہوں اس سے ۱۸۴ھ اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو کچھ نہ بگڑے گا

كَيْدُهُمْ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع
تمہارا ان کے فریب سے ۱۸۵ھ بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے ف

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ
اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھانے لگا مسلمانوں کو

مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ لا اِذْ ھَمَّتْ
لڑائی کے ٹھکانوں پر ۱۸۶ھ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے جب قصد کیا

طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ
دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا ۱۸۷ھ

ع ۱۲ / ۱۱ / ۳

۱۔ مجاہدین کا بیان کے دو فریقوں کا بیان ۱۲

۲۔ دونوں فریقوں کا پہلا نمونہ ۱۲

لم یکن عن عزم...... بل کان مجی وحدیث نفس و وسوسۃ (روح ج۴ ص۴۲) اور فَشَل کے معنی بزدلی اور کم ہمتی دکھانے کے ہیں۔ ہوا یوں کہ جب عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سو منافق ساتھیوں کو لے کر میدان جنگ سے یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ جب ہماری بات نہیں مانی گئی تو ہم کیوں ان کا ساتھ دیں اور مفت میں اپنی جانیں ضائع کریں (عبداللہ بن ابی نے بھی حضور علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ جنگ کے لئے مدینہ سے باہر نہ جائیں بلکہ شہر ہی میں رہیں اگر مشرکین نے شہر پر حملہ کیا تو ہمیں ان سے جنگ کریں گے) تو مسلمانوں کے ان دونوں گروہوں کو قلت سامان اور قلت عدد کی بنا پر خیال گذرا کہ وہ بھی آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹ جائیں۔ غرضیکہ ان کی بزدلی اور کم ہمتی دکھانے کی وجہ شک ونفاق یا ضعف ایمان نہیں تھا۔ بلکہ مادی وسائل کی کمی کی وجہ سے ان کے ارادے میں ضعف آگیا۔ وذالک انہ انما کان ذالک منھما عن ضعف ووھن اصابھما غیر شک فی دینھما (بحر ج۳ ص۴۵) لیکن ابھی یہ ارادہ وسوسہ کی حد سے آگے نہیں بڑھا تھا اور نہ ہی انہوں نے اس پر عمل کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی۔ اور ان کی ہمتیں پھر سے مضبوط کر دیں۔ اور اپنی مدد اور نصرت سے ان کو تھام لیا۔ اور دونوں قبیلے نئے جوش شجاعت کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی لغزش سے درگذر فرمایا۔ یہ کم ہمتی کے اظہار کا ارادہ وقتی طور پر صبر وتقویٰ سے ذہول کا نتیجہ تھا۔ ادھر خدا پر بھروسہ اور تقویٰ سے ذہن مادی وسائل کی قلت وکثرت کی طرف منتقل ہوا۔ ادھر فوراً یہی اس کا برا نتیجہ سامنے آگیا۔ ۱۸۸ھ یہاں اللہ تعالیٰ نے تمام ایمان والوں کو نصیحت فرمائی کہ انہیں صرف خدا کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہیئے نہ کہ مادی وسائل پر۔ مادی وسائل اور ظاہری سازوسامان کو اسباب عادیہ کی حد تک اختیار کرنا چاہیئے اور ان کو کامیابی اور ناکامی میں مؤثر حقیقی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بعض جاہل صوفی ترک اسباب کا نام توکل رکھتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ اور خود حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کے بھی مخالف ہے قال سھل من قال ان التوکل یکون بترک السبب فقد طعن فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ج۴ ص۱۸۹) توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرے اور یقین رکھے کہ

موضح قرآن ف یعنی مسلمانوں کو کافروں سے دوستی نہ کرنی چاہیے وہ ہر طرح دشمن ہیں ف اکثر منافق بھی یہود ہی تھے اس واسطے ان کے ذکر کے ساتھ انکا ذکر بھی فرمایا اب آگے جنگ احد کی باتیں مذکور ہیں۔ کہ انہیں مسلمانوں نے بعضے کافروں کا کہا مان لیا تھا اور لڑائی سے پھر چلے تھے اور منافقوں نے اپنے نفاق کی باتیں ظاہر کی تھیں۔

فتح الرحمٰن ف درغزوہ احد اہل نفاق میل کردند با آنکہ در شہر متحصن شوند و اصحاب خواستند کہ بیرون آمدہ جنگ کنند بعد از آنکہ ہزیمت واقع شد منافقان ایں را محل طعن گرفتند و وقت حرب حضرت پیغامبر بر شعبی بتاء مقید ساختند کہ از منہا نہ جنبند چوں آثار فتح ظاہر شدن گرفت آں جماعت در پی غارت افتادند و عصیان پیغامبر کردند لشوم ایں عصیان ہزیمت بر مسلمانان افتادہ و ہمہ فرار کردند الا ماشاء اللہ و دریں حال خبر شہادت حضرت پیغامبر شائع شد منافقان فقد الاعداد کردند پس در جواب طعن منافقان و عتاب خلاف امر کنندگان و تشنیع بے وفایان حق سبحانہ نازل کرد ۱۲

اللہ کی نصرت پوری ہو کر رہے گی اور ہر کام کے لئے اللہ نے تکوینی طور پر جو اسباب عادیہ مقرر فرمائے ہیں ان کو عمل میں لائے اور ان کو محض عادی وسائل خیال کرے اور موثر حقیقی صرف خدا کو جانے **۱۸۹** حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا کا دوسرا نمونہ ہے۔ یعنی صبر و تقوی اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید غیبی اور نصرت آسمانی کے سامان بہم پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر ایسا ہی ہوا تم تعداد میں بہت قلیل تھے اور سامان جنگ بھی بالکل معمولی تھا۔ اذلۃ ذلیل کی جمع ہے جس کے معنی حقیر اور پست کے ہیں یعنی تعداد اور سامان کی قلت کے باعث تھی ماکانوا علیہ من الضعف وقلۃ السلاح والمال والمرکوب (بحر ج ۳ ص ۴۸) ای بقلۃ العدد والسلاح (جامع البیان ص ۵۹) چنانچہ مسلمانوں کی کل تعداد ۳۱۳ تھی اور پوری فوج کے پاس سواری کے لئے صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور تلواریں بھی صرف آٹھ تھیں اور باقی سامان جنگ بھی نہایت قلیل اور ناکافی تھا۔ لیکن اس بے سروسامانی کے باوجود انہوں نے ہمت نہ ہاری اور نہ ہی صبر و تقوی کا دامن ہاتھ سے چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد اور نصرت بھی فوراً آپہنچی۔ بدر کا واقعہ یاد دلا کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد میں ثابت قدم رہنے اور تقوی اختیار کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ نیز اس میں کافروں کے شبہ کے جواب کی طرف بھی اشارہ ہے کافروں کا شبہ یہ تھا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور انہیں نقصان اٹھانا پڑا اگر اسلام سچا دین ہوتا تو اس کے ماننے والے کیوں اس طرح ذلیل ہوتے یہاں اشارہ فرمایا کہ اگرچہ دنیا میں فتح و شکست صداقت کا معیار نہیں۔ فتح کی مثال کنوئیں کے ڈول کی سی ہے کبھی کسی کے ہاتھ کبھی کسی کے ہاتھ اس لئے اے ایمان والو احد کی وقتی شکست سے دلگیر اور افسردہ خاطر نہ ہونا اگر احد میں ایسا ہو گیا ہے تو ہوا کیا جنگ بدر میں جب کہ تم بالکل بے سروسامان تھے کیا اس وقت میں نے تم کو غیبی امداد سے منصور و مظفر نہیں کیا تھا۔ اس شبہ کا اصل جواب آگے آرہا ہے۔ **۱۹۰** یعنی تقوی اور خوف خدا سے شکر گزاری کے جذبہ کو تقویت پہنچتی ہے اور شکر گزاری ایک ایسا مبارک عمل ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام نعمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم ع ۱)

۱۹۱ اذ ظرف نصرکم سے متعلق ہے۔ اور یہ تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کے اتارنے کے وعدے بھی جنگ بدر ہی سے متعلق ہیں۔ جنگ بدر میں بالفعل مشرکین کی تعداد کے مطابق صرف ایک ہزار فرشتے اتارے گئے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے دوش بدوش کافروں سے جنگ کی جیسا کہ سورۂ انفال ع ۱ میں ہے۔ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ لیکن اس کے بعد جب کافروں نے یہ افواہ اڑا دی کہ کرز بن جابر محاربی مزید دو ہزار سپاہیوں کی کمک لے کر پہنچ رہا ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتوں کی کمک نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تاکہ مسلمان مطمئن اور ثابت قدم رہیں۔ اس آیت میں اسی وعدہ کا ذکر ہے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ

اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ کریں مسلمان ف ۱ ۱۸۸ اور تمہاری

نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا

مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے ۱۸۹ سو ڈرتے رہو

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ سے تاکہ تم احسان مانو ۱۹۰ جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ

کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو بھیجے رب تمہارا تین

اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ

ہزار فرشتے آسمان سے اترنے والے ۱۹۱ البتہ اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا

تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ آئیں تم پر اسی دم

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ

نشان دار گھوڑوں پر ۱۹۲ ف ۲ اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ

اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو اس سے اور مدد ہے صرف

عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا

اللہ ہی کی طرف سے جو کہ زبردست ہے حکمت والا ۱۹۳ تاکہ ہلاک کرے بعضے

مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا

کافروں کو یا ان کو ذلیل کرے تو پھر جاویں

منزل ۱

ف ۱ دونوں شرطوں کا دوسرا نمونہ ۱۲

ف ۲ شبہ متعلقہ جہاد کا پہلا جواب ۱۲

ف ۳ ایک ہزار کا وعدہ حتمی تھا اور تین ہزار اور پانچ ہزار کا مشروط، عدم شرط کی وجہ سے تین ہزار اور پانچ ہزار نازل نہ ہوئے ۱۲

الربع

۱۹۲ اس کے بعد جب یہ خبر پھیلی کہ پانچ ہزار سپاہیوں کی مزید کمک مشرکین کو پہنچ رہی ہے تو مسلمان اس خبر سے ذرا دلگیر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مزید

موضح قرآن ف ۱ حضرت مکے سے مدینہ میں آئے اس کے ایک برس چھ مہینے بعد جنگ بدر ہوئی مکے کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے فتح دی مسلمانوں کو ستر آدمی کافر مارے گئے اور ستر اسیر آئے۔ اگلے سال کافر جمع ہو کر مدینے پر چڑھ آئے حضرت نے مسلمانوں سے مشورت کی اکثر کہنے لگے کہ ہم شہر میں لڑیں گے حضرت کی مرضی بھی یہی تھی۔ اور بعضے کہنے لگے کہ یہ عار ہے۔ بلکہ ہم میدان میں مقابل ہوں گے۔ آخر یہی مشورت قبول ہوئی۔ جب حضرت شہر سے باہر چلے عبداللہ ابن ابی کافر تھا مدینے کا ساکن وہ بھی شریک جنگ تھا۔ ناخوش ہو کر پھر گیا کہ ہمارے قول پر عمل نہ کیا اور اس کے بہکانے سے دو قبیلے انصار کے بھی پھر چلے آخر ان کے سردار عوام کو سمجھا کر لے آئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تقویت دیتا ہے کہ اللہ پر توکل چاہیئے اطاعت حکم میں اندیشہ نہ کریئے۔

فتح الرحمن ف ۱ یعنی بنی سلمہ و بنی حارثہ کہ داعیہ فرار بخاطر ایشان گذشتہ بود باز خدا تعالیٰ ایشاں را از ہمین محفوظ داشت ۱۲ ف ۲ یعنی خود را و اسپان خود را بنشان آراستہ ۱۲

پانچ ہزار فرشتے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا لیکن جب کرز نے مشرکین کی شکست کی خبر سنی تو امداد دینے کا ارادہ ترک کر دیا اس لئے پانچ ہزار فرشتے بھی نازل نہ ہوئے قال الشعبی بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یوم بدر ان کرز بن جابر المحاربی یرید ان یمد المشرکین فشق ذالک علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی المسلمین فانزل اللہ تعالیٰ (الن یکفیکم الی قولہ مسومین) فبلغ کرزا الھزیمۃ فلم یمدھم ورجع فلم یمدھم اللہ ایضا بالخمسۃ الآف وکانوا قد امدوا بالف (قرطبی ج۴ ص۱۹۵) اور مسومین کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتے مخصوص نشانات اور امتیازی علامات کے ساتھ نازل ہوں گے۔ آیت کا حاصل یہ ہوا کہ تین ہزار پر ہی بس نہیں اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہے اور مشرکین کے امدادی دستے آپہنچے۔ اور انہوں نے تم پر اچانک حملہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ بھی فوراً امتیازی علامتوں والے پانچ ہزار فرشتے تمہاری امداد کے لئے بھیج دے گا۔ چونکہ مشرکین کو تین ہزار اور پانچ ہزار کی کمک نہیں پہنچی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتے نازل نہیں فرمائے تھے کیونکہ فرشتوں کی ان دونوں جماعتوں کا نزول مشرکین کو ان کی موعودہ کمک پہنچنے پر معلق تھا۔ اس لئے نہ ان کو کمک پہنچی نہ فرشتے نازل ہوئے۔ البتہ ایک ہزار فرشتے پہلے ہی نازل ہو چکے تھے ۱۹۳ جعلہ میں ضمیر غائب مذکورہ مدد کی طرف راجع ہے جو ایک ہزار فرشتوں کے بالفعل انزال اور تین ہزار اور پانچ ہزار کے وعدہ انزال کی صورت میں نمودار ہوئی۔ العزیز یعنی ایسی قدرت و قوت والا جو ظاہری اسباب کے سوا بھی غلبہ اور فتح دلا سکتا ہے۔ الحکیم جو اپنی حکمت بالغہ کے مطابق تمام کاموں کو ظاہری اسباب پر مرتب فرماتا ہے یعنی جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تائید غیبی سے جو تمہاری کامیابی اور فتحمندی کے ظاہری اسباب مہیا فرمائے تھے یہ محض تمہاری خوشی اور دلجمعی کی خاطر تھے۔ باقی رہی فتح و نصرت تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھی جو ایسا زبردست ہے کہ ان اسباب کا محتاج نہیں لیکن اپنی تکوینی حکمت کے تحت ہر کام کو اس کے سبب سے متعلق فرماتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرمایا ہے کہ حقیقت میں کارساز اور ناصر و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے فتح و ظفر اور امداد و نصرت نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے اور نہ ہی فرشتوں کے۔ جنگ بدر اور جنگ احد کے واقعات ہمارے سامنے ہیں صحابہ کرام کی مقدس جماعت مشرکین کے مقابلہ میں صف آرا ہے۔ اور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگ ترین ہستی بنفس نفیس ان میں موجود ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ امداد خداوندی کے محتاج ہیں بدر میں ایک ہزار فرشتہ بالفعل امداد کے لئے میدان جنگ میں موجود ہے اور آٹھ ہزار آنے کے لئے حکم ربانی کے منتظر کھڑے ہیں مگر ان سب کی حیثیت ظاہری سبب سے بڑھ کر کچھ نہیں اور حقیقی مؤثر اور ناصر و مددگار صرف اللہ ہے جل جلالہ و تعالیٰ جدہ۔ یعنی لا تحیلوا النصر علی الملائکۃ والجند وکثرۃ العدد فان النصر من عند اللہ لا من غیرہ والغرض ان یکون توکلھم علی اللہ لا علی الملائکۃ الذین امد وا بھم (خازن و معالم ج۱ ص۳۴۹)

۱۹۴ لیقطع میں لام نصرکم سے متعلق ہے۔ قطع کے معنی قتل کے ہیں اور طرف جماعت اور گروہ کے معنی میں ہے لیھلک طائفۃ منھم بالقتل والاسر (مدارک ج۱ ص۱۴۱) یعنی جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری غیب سے امداد اس لئے فرمائی تاکہ کافروں کی ایک جماعت تمہارے ہاتھوں ماری جائے اور وہ ذلیل و خوار ہو جائیں اور نامراد ہو کر گھروں کو لوٹیں اور اس طرح کفر کا زور ٹوٹ جائے۔ اور کافروں کی شان و شوکت اور ان کا رعب و وقار مسلمانوں کے ہاتھوں خاک میں مل جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بدر میں کفر و شرک کے ستر لیڈر اور سرغنے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے ۱۹۵ اس آیت کا تعلق جنگ احد سے ہے صحیح مسلم میں ہے کہ۔ جنگ احد میں حضور علیہ السلام کا سامنے کا ایک دانت شہید کر دیا گیا۔ اور آپ کے سر مبارک میں بھی زخم آیا۔ آپ زخم سے خون پونچھ رہے تھے اور ساتھ یہ بھی فرماتے جا رہے تھے کیف یفلح قوم شجوا نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم وکسروا رباعیتہ وھو یدعوھم الی اللہ تعالیٰ (صحیح مسلم ج۲ ص۱۰۸) یعنی اس قوم کو کس طرح ہدایت نصیب ہوگی جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ ان کو خدا کی طرف بلاتا ہے گویا کہ آپ نے ان کے لئے توفیق ایمان کو مستبعد سمجھا اور ان کی ہلاکت کے لئے بددعا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کا استبعاد دور فرما دیا اور آپ کو ان کے اسلام لانے کی امید دلا دی۔ استبعاد لتوفیق من فعل ذالک بہ وقولہ تعالیٰ لیس لک من الامر شیء تقریب لما استبعد واطماع فی اسلامھم (قرطبی ج۴ ص۱۹۹) اویتوب اور او یعذبھم میں او بمعنی الا ان ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ایمان سے مایوس ہو کر ان پر بددعا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مشرکین کی عاقبت اور انجام کار کو میں جانتا ہوں نیز ان کے تمام امور اور معاملات میرے اختیار و تصرف میں ہیں۔ کیونکہ میرا علم محیط اور قدرت ہر چیز پر حاوی ہے آپ کا نہ علم ہر چیز پر محیط ہے اور نہ قدرت اس لئے آپ کو بددعا کرنے کا اختیار نہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو میں توبہ کی توفیق دیدوں اور وہ اسلام قبول کر لیں اور جو کفر پر قائم رہیں ان کو دائمی عذاب میں مبتلا کروں ومعنی الایۃ لیس لک من امر مصالح عبادی شیء الا ما اوحی الیک فان اللہ تعالیٰ ھو مالک امرھم فاما ان یتوب علیھم ویھدیھم فیسلموا او یھلکھم ویعذبھم ان اصروا علی الکفر (خازن ج۱ ص۳۵۰) یا یہ دونوں لیقطع پر معطوف ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں اس لئے تمہاری امداد فرمائی تاکہ وہ کافروں کو ہلاک کرے یا ذلیل کرے یا ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دائمی میں مبتلا کرے والمعنی ان مالک امرھم علی الاطلاق وھو اللہ تعالیٰ نصرکم علیھم لیھلکھم او یکبتھم او یتوب علیھم ان اسلموا او یعذبھم ان اصروا ولیس لک من امرھم شیء ان انت الا عبد مامور بانذارھم وجھادھم (روح ج۴ ص۵۰) بعض روایات کے مطابق آپ بعض مشرکین پر چالیس دن بددعا کرتے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی بہرحال شان نزول جو بھی ہو آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ غیب دان تھے اور نہ مختار کل ۱۹۶ قال الشیخ یہ توحید کی پانچویں عقلی دلیل کا اعادہ ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے ہر چیز اس کی ملکیت میں اور اس کے اقتدار و تصرف کے ماتحت ہے وہ کسی کو معاف کرنے یا سزا دینے میں نہ کسی خاص سبب کا محتاج ہے اور نہ مجبور ہے وہ عام قانون رحمت کے تحت جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا اور اپنے خاص قانون عدل و انصاف کے تحت جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے لیکن اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ وفی تخصیص التذییل بہ اشارۃ الی ترجیح جھۃ الاحسان والانعام (روح ج۴ ص۵۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یغفر لمن یشاء من المنیبین منھم ویعذب من یشاء من المصرین المعاندین منھم یعنی ان میں سے جو لوگ خدا کی طرف انابت کریں گے اور توحید اور دین اسلام قبول کر لیں گے ان کے گذشتہ گناہ معاف فرما دے گا۔ اور جو لوگ ضد و عناد سے کفر پر اصرار کریں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔

۱۹۷ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ترغیب الی القتال کے بعد یہاں سے لیکر وھم یعلمون تک ترغیب الی الانفاق ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے خرچ کرنا تو درکنار تم تو کسی کو قرض بھی سود کے بغیر نہیں دیتے ہو آؤ اللہ کی راہ میں خرچ کرو کیونکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا دوزخ کی آگ سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے استحقاق اور دخول جنت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں انفاق فی سبیل اللہ کی طرف ایک عجیب انداز سے ترغیب فرمائی ہے پہلے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کی سپرٹ پیدا کی اس کے بعد اچانک سود خوری سے ممانعت کے احکام نازل فرما دیئے۔ سودی کاروبار سے ممانعت بھی دراصل روح جہاد کی تقویت کے لئے ہے جہاد میں جان کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اور جو شخص اس قدر بخیل اور کنجوس ہو کہ اگر کسی کو قرض دے تو اس پر بھی سود وصول کرے اور خدا کے لئے قرض حسنہ کے طور پر ذرہ بھر کسی سے ہمدردی نہ کر سکے تو اس سے یہ توقع کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ پیاری جان کی قربانی دے گا۔ اس لئے سود پر قرض دینے سے منع فرمایا اور اس کے ضمن میں ہمجنسوں سے ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا سبق دیا۔ اضعافا مضاعفۃ (دو تے پر دونا) کی قید سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہاں سود مرکب سے منع کیا گیا ہے اور سود مفرد سے منع نہیں کیا گیا بلکہ یہ قید مراعات واقع کیلئے ہے کیونکہ جاہلیت میں سود مرکب (سود در سود) ہی کا زیادہ رواج تھا۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔ لہٰذا اس قید سے سود مفرد کی حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا (روح ج۴ ص۵۵، کبیر ج۳ ص۷۶) یا یہ صفت سود خوری کی مزید قباحت ظاہر کرنے کے لئے ہے قالہ الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ وانقوا اللہ لعلکم تفلحون سود خوری سے ممانعت کے بعد خدا سے ڈرنے کا حکم دیا گیا تاکہ پہلے تقویٰ کو مخدوش کرنے والے اعمال کا سدباب ہو جائے اور پھر تقویٰ اپنی کامل صورت میں جلوہ گر ہو۔ امید فلاح کو خوف خدا پر مرتب کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مومن کو امید و بیم اور خوف و رجا کے درمیان رہنا چاہئے۔ ایک طرف خدا کے عذاب سے ڈرتا رہے اور دوسری طرف

اس کی رحمت و مغفرت کی امید بھی رکھے نہ بیباک ہو جائے اور نہ نا امید ۱۹۸ یہ سود خوری پر وعید شدید ہے۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ سود خوری کبیرہ گناہ ہے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن میں سب سے زیادہ ڈراونے کی آیت ہے کیونکہ اس میں خدا کے محارم سے نہ بچنے والوں کو جہنم کے اس طبقہ میں عذاب دینے کی دھمکی دی گئی ہے جو دراصل کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے کان ابو حنیفة رضی اللہ عنہ یقول ھی اخوف اٰیة فی القراٰن حیث اوعد اللہ المؤمنین بالنار المعدة للکافرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمہ (مدارک ج۱ ص۱۴۱، روح ج۴ ص۵۶) اور آگ سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام اعمال سیئہ سے بچا جائے جو عذاب نار کے موجب ہوں ۱۹۹ نہ صرف سود کے احکام میں بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت کرو اور اللہ کی اطاعت کا طریقہ وہی اختیار کرو جو اس کے رسول نے اپنے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ عمل سے قائم کیا ہے لہٰذا اللہ کی اطاعت کے لئے اس کے رسول کی اطاعت نہایت ضروری اور لابدی ہے اور رسول کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے۔ امید اور استحقاقِ رحمت کو اطاعت سے متعلق فرما کر بتا دیا کہ رحمت کی امید صرف فرمانبرداروں کو رکھنی چاہیے نہ کہ نافرمانوں کو۔ ان آیتوں سے اہل سنت کے مسلک کی تائید اور فرقۂ مرجئہ کے خیال باطل کی تردید ہوتی ہے اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کا بجا لانا اور گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے اور معاصی کا ارتکاب کرنے والے مومنوں کو عذاب ہوگا۔ اور مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد کوئی گناہ مضر نہیں اور کسی مومن کو آگ کا عذاب نہیں ہوگا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو سود خوری سے منع فرمایا اور باز نہ رہنے والوں کو عذاب نار کی دھمکی دی اور پھر اپنی رحمت کے استحقاق کے لئے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو موقوف علیہ قرار دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ نافرمانی اور معصیت غضب الٰہی کا موجب ہے وفیہ رد علی المرجئة فی قولھم لا یضر مع الایمان ذنب ولا یعذب بالنار اصلا (مدارک ج۱ ص۱۴۱) ۲۰۰ وجنة مخفض تو پر معطوف ہے اور اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای الی اسبابھا من الاعمال الصالحة (روح ج۴ ص۵۶) یعنی بخشش اور جنت کی طرف دوڑنے سے ایسے اعمال صالحہ کی طرف دوڑنا اور مسابقت کرنا مراد ہے جو استحقاق مغفرت اور دخول جنت کا موجب ہوں۔ مثلاً اخلاص توحید، جہاد، انفاق وغیرہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہاں موجب مغفرت سے اخلاص عبادت اور توحید مراد ہے مافالت انہ الاخلاص وھو قول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ووجھہ ان المقصود من جمیع العبادات الاخلاص کما قال وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ (کبیر ج۳ ص۹) اور جنت کا آسمانوں اور زمین کے برابر چوڑا ہونا اپنے ظاہر پر محمول ہے یعنی اس جنت کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمین کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر بچھانے سے جس قدر پھیلاؤ پیدا ہوگا۔ اس کے برابر ہوگی اور ظاہر ہے عرض ہمیشہ طول سے کم ہوتا ہے جب اس جنت کا عرض اس قدر ہے تو اس کا طول اس سے کہیں زیادہ ہوگا جس کا اندازہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قال ابن عباس تقرن السموات والارض بعضھا الی بعض کما تبسط الثیاب ویوصل بعضھا ببعض فذلک عرض الجنة ولا یعلم طولھا الا اللہ وھذا قول الجمھور (قرطبی ج۴ ص۲۰۴) اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے خصوصیت کے ساتھ چوڑائی کا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ جنت کی غایت وسعت اور کشادگی سے کنایہ ہے فلیس المقصود تحدید عرضھا... بل الکلام کنایة عن غایة السعة بما ھو فی تصور السامعین (روح ج۴ ص۵۶) اعدت للمتقین ۵ حضرت

خَآئِبِيْنَ (۱۲۷) لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ

محروم ہو کر ۱۹۴ تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے خدا تعالیٰ

اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ (۱۲۸) وَلِلّٰهِ مَا فِي

یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں ۱۹۵ ف اور اللہ ہی کا مال ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ بخش دے جس کو چاہے۔

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۲۹) يٰٓاَيُّهَا

اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۹۶ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠

ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا ۱۹۷

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۱۳۰) وَاتَّقُوا النَّارَ

اور ڈرو اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۲ اور بچو اس آگ

الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (۱۳۱) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

سے جو تیار ہوئی ہے کافروں کے واسطے ۱۹۸ اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۱۳۲) وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ

تاکہ تم پر رحم ہو ۱۹۹ اور دوڑو بخشش کی طرف

رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ

اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان اور زمین ۲۰۰ تیار ہوئی

لِلْمُتَّقِيْنَ (۱۳۳) الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ

ہے واسطے پرہیزگاروں کے جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں ۲۰۱

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ

اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

ع ۱۳ / ۴

۱ اعادہ دلیل و ترجیح عقلی ۱۲

۲ جہاد کے بعد منظر انفاق کا بیان ۱۲

۳ تخویف اخروی ۱۲

۴ مراد درجہ کمال ۱۲

۵ بشارت اخروی ۱۲

۶ فریق اعلیٰ کلاً ۱۲

موضح قرآن ف حق تعالیٰ نے پیغمبر کو تربیت فرمائی کہ بندے کو اختیار نہیں اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے اگرچہ کافر تمہارے دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں لیکن چاہے انکو ہدایت دے اور چاہے عذاب کرے اپنی طرف سے بددعا نہ کرو ف۲ شاید سود کا ذکر یہاں اس واسطے فرمایا کہ اوپر مذکور ہوا جہاد میں نامردی کا سود کھانے سے نامردی آتی ہے دو سبب سے ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیق طاعت کم ہوتی ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے دوسرے یہ کہ سود دینا کمال بخل ہے کہ اپنا مال جتنا دیا تھا لے لیا بیچ میں کسی کا کام نکلا یہ بھی مفت نہ چھوڑے اس کا بدلہ چاہے تو جس کو مال پر اتنا بخل ہو وہ جان کیا دیا چاہے۔

شیخ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا وسیع اور کشادہ جنت جن متقی لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے وہ دو فریق ہیں۔ الذین ینفقون سے واللہ یحب المحسنین تک پہلے فریق کا ذکر ہے
اور یہ فریق اعلیٰ ہے۔ اور والذین اذا فعلوا سے وھم یعلمون تک دوسرے فریق کا ذکر ہے اور یہ پہلے کی نسبت ادنیٰ ہے ۲۰۱ یہ المتقین کی نعت ہے اور فریق اعلیٰ کی پہلی صفت
ہے۔ اس میں ترغیب الی الانفاق کا پہلی بار اعادہ کیا گیا ہے۔ ظرف ینفقون کی ضمیر سے حال ہے اور سراء سے فراخی اور ضراء سے تنگدستی مراد ہے۔ عن ابن عباس فی العسر والیسر (ابن جریر ج ۴ ص ۵۸)
یعنی وہ ہر حال میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خواہ دولت مند ہوں یا مفلوک الحال ہوں۔ والکاظمین الغیظ یہ فریق اعلیٰ کی دوسری صفت ہے۔ کظم الغیظ کے معنی غصہ پی جانے اور ضبط کرنے کے
ہیں یعنی وہ لوگ غصے کی حالت میں مغلوب الغضب نہیں ہو جاتے۔ بلکہ غصے کو پی جاتے ہیں اور اس پر قابو پا لیتے ہیں اور اسکو عملی جامہ نہیں پہناتے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے الکاظمین الغیظ فرمایا ہے الفاقدین

وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا
اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ
فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا
کھلا گناہ یا برا کام کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں
لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۫
اپنے گناہوں کی ۲۰۲ اور کون ہے گناہ بخشنے والا سوا اللہ کے ۲۰۳
وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ
اور اڑتے نہیں اپنے کیے پر اور وہ جانتے ہیں انہی کی
جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
جزاء ہے بخشش ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ ان باغوں میں اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنے والوں کی ۲۰۴
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
ہو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین میں
فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا
اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ف ۲۰۵ یہ بیان
بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾
ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کو ۲۰۶ اور
وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ
سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
ایمان رکھتے ہو ۲۰۷ اگر پہنچا تم کو زخم تو پہنچ چکا ہے ان کو بھی

(حاشیہ: ربط فریق ادنیٰ کا ذکر ۱۲ — دونوں فریقوں کے لئے بشارت اخروی ۱۲ — اشارہ بطرف اہل احد ۱۲)

الغیظ نہیں فرمایا کیونکہ غصہ غیرت و حمیت اور حرارت طبعیہ سے
پیدا ہوتا ہے اور اس کا پیدا ہونا ایک طبعی امر ہے اس لئے غصہ کا
بالکل پیدا ہی نہ ہونا یہ کوئی خوبی نہیں بلکہ عیب ہے خوبی تو یہ ہے کہ
غصہ آئے لیکن اسے ضبط کر لیا جائے والعافین عن الناس
یہ فریق اعلیٰ کی تیسری صفت ہے یعنی وہ قصوروار لوگوں کے قصور
معاف کر دیتے ہیں اور دل میں کسی قسم کی ناراضگی نہیں رکھتے یہ درجہ
الکاظمین الغیظ سے بلند تر ہے یعنی وہ نہ صرف یہ کہ غصہ پی جاتے ہیں۔
اور انتقام نہیں لیتے بلکہ سرے سے قصور اور خطا ہی کو معاف کر دیتے ہیں
اور خطاکار کے متعلق دل میں کوئی کدورت نہیں رکھتے واللہ یحب المحسنین
یہ ماقبل کا تکملہ ہے اور احسان سے یہاں انعام مراد ہے اور یہ درجہ پہلے
دونوں درجوں سے بلند تر ہے یعنی وہ عفو و درگذر سے آگے بڑھ کر
انعام و اکرام اور حسن سلوک سے پیش آتے ہیں ۲۰۲ اس کا عطف
الذین ینفقون پر ہے۔ اور یہ متقین کے فریق ادنیٰ کا ذکر ہے۔
ذکر اللہ تعالیٰ فی ھذہ الایۃ صنفا ھم دون الصنف
الاول فالحقھم بہ برحمتہ ومنہ فھؤلاء ھم التوابون
(قرطبی ج ۴ ص ۲۰۹) فاحشۃ اور ظلم نفس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں بعض
نے کہا ہے کہ فاحشہ سے کبیرہ گناہ اور ظلم نفس سے صغیرہ گناہ مراد
ہے۔ الفاحشۃ ہی الکبیرۃ وظلم النفس ہی الصغیرۃ (کبیر ج ۳ ص ۵۸ بحر ج ۳ ص ۵۹
مدارک ج ۱ ص ۱۴۰) اور بعض نے کہا ہے کہ فاحشہ مطلق گناہ کو کہتے ہیں
اس کا تعلق خواہ بندے کی حق تلفی سے ہو یا خدا کی حق تلفی سے الفاحشۃ
تطلق علی کل معصیۃ (قرطبی ج ۴ ص ۲۱۰) اور ظلم نفس سے حقوق اللہ کا
اتلاف مراد ہے۔ وظلم النفس ما بین العبد وبین ربہ
(بحر ج ۳ ص ۵۹) بہر تقدیر فاحشہ میں اس تیرانداز دستے کا جرم بھی داخل ہے
جن کو جنگ احد میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑی
راستے پر متعین فرمایا تھا۔ اور ان کو حکم دیا تھا کہ اگرچہ مسلمانوں کو فتح حاصل
ہو جائے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ مگر ان سے اس معاملہ میں کوتاہی
ہو گئی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ وایا ما کان فباطلاق اللفظ ینتظم
ما فعلہ المنھزمون انتظاما اولیا (روح ج ۴ ص ۶۰) یہ آیت ان دو گروہوں کو
بھی شامل ہے۔ جو منافقین کی دیکھا دیکھی ہمت ہارنے لگے تھے۔ مگر

اللہ نے ان کو سنبھلنے کی توفیق دے دی۔ اسی طرح جو مسلمان جنگ احد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے تھے اور بعد میں تائب ہو گئے تھے۔ وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ ذکروا اللہ سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ بغاوت
و انکار کے جذبہ کے تحت خدا کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ ان کا ان سے ذہول اور وعید اخروی سے غفلت کی وجہ سے ان سے معصیت کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ مگر جونہی ان کو خدا کا حکم اور اس کی وعید
یاد آتی ہیں وہ فوراً نادم ہو جاتے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں ۲۰۳ یہ جملہ معترضہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرما دی کہ اللہ کے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا نہ کوئی
پیغمبر نہ کوئی ولی اور نہ کوئی فرشتہ اس لئے اللہ کے سوا کسی کے سامنے گناہ کی معافی کی درخواست نہ کی جائے۔ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون۔ یعنی جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے

موضح قرآن ف یعنی کافروں کا مقابلہ نبیوں سے قدیم دستور ہے ہر ملک کی خبر تحقیق کرو تو جانو کہ اول نبیوں پر بھی تکلیفات گذری ہیں۔ آخر جھٹلانے والے خراب ہوئے جنگ احد میں ستر مسلمان کامل شہید ہوئے
اور لڑائی بگڑی اس واسطے حق تعالیٰ تقویت فرماتا ہے۔

تو وہ فوراً پشیمان ہو کر خدا سے استغفار کرتے ہیں۔ اور جان بوجھ کر گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔ اصرار یہ ہے کہ انسان بار بار گناہ کرے اور دل سے ہر دفعہ یوں کہے کہ اچھا اب کہ گناہ کر لیتا ہوں کل توبہ کر لوں گا
والاصرار هو التسويف والتسويف ان يقول اتوب غدا (قرطبی ج۴ ص۲۱۱) تو اس اصرار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے کبھی توبہ کی توفیق نہیں ملتی اور وہ اسی طرح گناہوں میں ملوث ہی دنیا سے چل
بستا ہے۔ ۲۰۴ یہ دونوں فریقوں کے لئے مشترکہ اخروی بشارت ہے کہ ان کو گناہوں کی معافی مل جائے گی۔ اور بطور انعام جنت کی پُرعیش اور دائمی زندگی نصیب ہو گی اس معافی نامہ میں وہ تمام مسلمان
بھی داخل ہیں جن سے جنگ احد میں مختلف شکلوں میں غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہو گئی تھیں۔ ۲۰۵ یہ تخویف دنیوی ہے اور سُنَنٌ سے مراد گذشتہ مکذبین کے واقعات ہیں ای وقائع فی الامم
المكذبة (روح ج۴ ص۶۶) یعنی اللہ کی توحید اور خدا کے پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کی تباہی و بربادی کے کئی واقعات تم سے پہلے وقوع پذیر ہو چکے ہیں ان سے اندازہ لگالو کہ مکذبین کا کیا حشر ہوا
اس سے مسلمانوں کو گناہوں (مثلاً سود خوری، میدان جنگ میں بزدلی دکھانے اور امیر کی اطاعت سے سرتابی کرنے وغیرہ) سے بچنے اور طاعات (مثلاً جہاد، انفاق، اطاعت امیر وغیرہ) بجالانے کی ترغیب
دینا مقصود ہے (روح)۔ ۲۰۶ هذا کا اشارہ قرآن کی طرف ہے قال الحسن وقتادة وابن جريج والربيع الاشارة الى القرآن (بحر ج۳ ص۶۱) قرآن کی صفت بیان کو تمام لوگوں
کے لئے عام کیا۔ اور ہدایت و موعظت کو متقین سے مخصوص کر دیا کیونکہ یہ قرآن اعلان و اظہار اور بلاغ و بیان تو تمام دنیا کے لئے ہے لیکن اس کی ہدایت اور پند و نصیحت سے نفع صرف وہی لوگ
اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہو اور وہ اللہ کی طرف انابت کریں اور ضد و عناد سے بچیں یا هذا سے پہلے تمام مذکورہ واقعات کی طرف اشارہ ہے ۲۰۷ یہاں پھر مضمون جہاد کا
اعادہ کیا گیا ہے اور یہ سلسلہ رکوع ۱۸ میں فلهم اجر عظيم تک چلا گیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تشجیع علی القتال اور ترغیب الی الجہاد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو جنگ احد کے نقصانات کے بارے
میں تسلی بھی دی ہے اور انہیں صبر و استقامت کی تلقین فرمائی ہے۔ عزّاهم وسلّاهم بما نالهم يوم احد من القتل والجراح وحثهم على قتال عدوهم ونهاهم عن العجز
والفشل (قرطبی ج۴ ص۲۱۶) لا تهنوا وهن سے ہے جس کے معنی کمزوری دکھانے کے ہیں یعنی اے ایمان والو دشمن کے مقابلے میں کمزوری اور بزدلی مت دکھاؤ۔ اور احد میں جو کچھ ہو چکا اب اس کا غم
اور افسوس چھوڑ دو اور یاد رکھو اگر تم ایمان کے تمام تقاضے صحیح معنوں میں پورے کرو گے۔ تو دنیا میں ہمیشہ سربلند اور غالب رہو گے اور دنیا کی کوئی طاقت تم کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکے گی۔ ہاں اگر
کبھی وقتی طور پر شکست بھی ہو گئی تو وہ اللہ کی طرف سے آزمائش اور امتحان کے طور پر ہو گی ۲۰۸ یہ جہاد سے متعلق مذکورہ شبہ کا علی سبیل الترقی جواب ہے اور القوم سے مشرکین مراد ہیں۔ اور فقد مس القوم جزائے
محذوف کے قائم مقام ہے مثلاً فلا تحزنوا یعنی اگر احد میں تم نے مشرکین کی طرف سے زخم کھائے اور شکست اٹھائی ہے تو اس کا غم مت کرو وہ بھی تو بدر میں تمہارے ہاتھوں شکست کھا چکے ہیں۔ اگر احد میں تم کو شکست
ہوئی تو یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جزائے محذوف فلا تضعفوا ہو (بحر ج۳ ص۶۲ مدارک ج۱ ص۱۴۳) یعنی اگر احد میں تم کو شکست ہوئی ہے تو تم اس سے شکستہ خاطر ہو جاؤ اور نہ آئندہ کے لئے
جہاد میں کمزوری دکھاؤ تم دیکھتے نہیں کہ بدر میں مشرکین کو تمہارے ہاتھوں بری طرح شکست ہوئی مگر اس کے باوجود وہ کمزور نہیں ہوئے اور احد میں تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے لاؤ لشکر لے کر پہنچ گئے۔ جنگ احد
میں ستر مسلمان شہید اور ستر زخمی ہوئے تھے۔ ۲۰۹ ولیعلم میں واو عاطفہ ہے۔ اور اس کا معطوف علیہ محذوف ہے۔ ای ليكون كيت وكيت وليعلم الخ اور معطوف علیہ محذوف اس لئے کیا گیا ہے
تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ مداولت ایام سے مقصد صرف کھرے کھوٹے کا اظہار ہی نہیں۔ بلکہ اس میں اور بھی کئی مصلحتیں ہیں (کبیر ج۳ ص۲۰) لیکن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ واؤ زائدہ ہے اور
لیعلم ماقبل کی علت ہے۔ اور یتخذ بھی لیعلم پر معطوف ہے اور علم سے یہاں اظہار اور تمییز مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ازل ہی سے سب کو جانتا ہے اور شہداء سے شہداء احد مراد ہیں واراد بهم شهداء احد كما قاله
الحسن وقتادة وابن اسحق (روح ج۴ ص۶۹) حاصل آیت یہ ہوا کہ ہم فتح و شکست کو تمہارے دشمنوں کے درمیان اس لئے گھماتے ہیں تاکہ مومنوں اور منافقوں کو ظاہر کر کے ایک دوسرے سے ممتاز اور الگ
کر دیں۔ اور خوش قسمت مومنوں کو درجہ شہادت سے سرفراز کریں۔ ای ليرى الله الذين امنوا فيميز المؤمن من المنافق ويتخذ منكم شهداء يكرم اقواما بالشهادة (معالم ج۱ ص۳۵۰)
والله لا يحب الظلمين یعنی ان کافروں ظالموں کی وقتی فتح سے ان کے حق پر ہونے کا توکسی کے دل میں وسوسہ بھی نہ آئے اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند ہی نہیں کرتا۔ کافروں کی یہ ہنگامی کامیابیاں تو اللہ کی تکوینی
مصلحتوں کے تحت رونما ہو رہی ہیں۔ ۲۱۰ یہ بھی لیعلم پر معطوف ہے تمحیص کے معنی ہیں خالص کرنا اور یہاں مراد ہے گناہوں سے پاک و صاف کرنا اور محق سے مراد مٹانا اور فنا کرنا ہے یعنی فتح و شکست
کے الٹ پھیر کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے تاکہ ایمان والوں کو گناہوں کی میل سے پاک و صاف کیا جائے اور کافروں کا استیصال کر کے ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں
کہ اگر فتح کافروں کی ہو تو اس سے مومن اور منافق میں امتیاز ہوتا ہے۔ اور مسلمان مقتولین شہادت کا درجہ پاتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ مومنوں کو گناہوں سے پاک کرتا ہے اور اگر فتح مسلمانوں کی ہو
تو اس سے کافروں کا استیصال ہو جاتا ہے یعنی ان كانت الدولة على المؤمنين فللتمييز والاستشهاد والتمحيص وان كانت على الكافرين فلمحقهم ومحو آثارهم (مدارک ج۱ ص۱۴۳)
۲۱۱ ترغیب الی الجہاد کے بعد یہ مومنوں کے لئے زجر و توبیخ ہے اور علم سے یہاں بھی بدستور اظہار اور تمییز مراد ہے اور خطاب ان لوگوں سے ہے جنہوں نے احد میں کمزوری دکھائی اور شکست خوردہ ہو کر
بھاگ نکلے تھے یہاں فتح و شکست کے الٹ پھیر کا اصل مقصد بیان کیا گیا ہے جو مداولت کی مذکورہ تینوں علتوں کا نتیجہ ہے۔ خطاب للمنهزمين يوم احد وهو كلام مستانف لبيان ما هى الغاية
القصوى من المداولة والنتيجة لما ذكر من العلل الثلث الاولى (روح ج۴ ص۷۰) یعنی تم احد کی شکست و ریخت اور جراحات سے اس قدر کیوں دلگیر ہو گئے تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم
جنت کے اعلیٰ درجات ابتلاء و امتحان، میدان جنگ میں کشت و خون اور صبر و استقامت کے بغیر ہی حاصل کر لو گے ہرگز نہیں بلکہ تم کو بڑے بڑے مشکل اور دشوار امتحانات سے گذرنا ہو گا
میدان جنگ میں ہمت و استقلال سے محض اللہ کی رضا کی خاطر اور توحید کو سربلند کرنے کے لئے جہاد کرنا ہو گا۔ اور پھر جہاد میں تمہارا مالی نقصان بھی ہو گا تمہیں زخم بھی آئیں گے اور احباب و
اقارب کی شہادت کا صدمہ بھی اٹھانا ہو گا۔ ۲۱۲ ان تلقوه اور رأيتموه میں ضمیر منصوب الموت کی طرف راجع ہے اور الموت سے موت شہادت مراد ہے۔ المراد بالموت هنا الموت فى
سبيل الله تعالى وهى الشهادة (روح ج۴ ص۷۰) اس آیت میں روئے سخن ان مسلمانوں کی طرف ہے جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور بعد میں اس غیر حاضری پر سخت نادم ہوئے اور
تمنا کرنے لگے کاش کہ اب ہمیں اللہ کی راہ میں جہاد کا موقع ملے اور ہم بھی شہادت کی سعادت عظمیٰ حاصل کر لیں، لیکن جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جنگ احد میں اپنی تمنائے شہادت پورا کرنے کا
موقع دیا تو ان میں سے بہت سوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ثابت قدم نہ رہ سکے اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور زجر و عتاب فرمایا کہ تم تو شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا کرتے تھے لیکن جب اللہ نے تم کو موقع دیا اور تم نے
اپنی آنکھوں سے اس کا معائنہ کر لیا تو میدان چھوڑ بھاگے فالآية عتاب فى حق من انهزم لا سيما وكان منهم حمل للنبى صلى الله عليه وسلم على الخروج من المدينة (قرطبی ج۴ ص۲۲۰)
۲۱۳ یہ بھی مومنین کے لئے زجر ہے۔ جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر کی امارت میں پچاس تیراندازوں کا دستہ لشکر کی پشت پر متعین فرمایا تاکہ دشمن پیچھے سے آ کر حملہ نہ کر سکے۔
اور ان کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست وہ ہر حال میں اسی جگہ ڈٹے رہیں اور یہاں سے ہرگز نہ ہلیں ادھر جنگ شروع ہو گئی اور حضور علیہ السلام اور صحابہ نے مشرکین پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ان کے
پاؤں اکھڑ گئے اور وہ سب بھاگ نکلے جب تیرانداز دستہ نے دیکھا کہ میدان مشرکین سے خالی ہو چکا ہے اور مسلمان فتحیاب ہو کر مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہماری فتح ہو چکی ہے اسلئے

اب یہاں ٹھہرے رہنے کی ضرورت نہیں چنانچہ وہ اپنے امیر کے روکنے کے باوجود مورچہ چھوڑ کر میدان کی طرف لپکے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے صرف چند تیر انداز حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ باقی رہ گئے چنانچہ جب سپاہ مشرکین کے دائیں بازو کے امیر خالد بن ولید نے دیکھا کہ مسلمانوں کی پشت خالی ہے تو اڑھائی سو سواروں کے دستے سے فوراً پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ ادھر عبداللہ بن قمیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا حضرت مصعب بن عمیر جن کے ہاتھ میں مسلمانوں کا جھنڈا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لئے سامنے ہو گئے اور ابن قمیہ شقی کے ہاتھوں شہید ہو گئے ابن قمیہ نے سمجھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالا ہے اس لئے چلا کر کہا کہ میں نے محمد کو قتل کر دیا اس پر ابلیس لعین نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ محمد قتل ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مسلمانوں کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ کچھ ان میں سے بھاگ نکلے اور کچھ مشرکین سے صلح کی سوچنے لگے۔ ادھر اس افواہ سے منافقین نے فائدہ اٹھایا۔ اور بعض ضعیف الایمان مسلمانوں سے کہنے لگے کہ اگر محمد قتل ہو گئے ہیں تو تم اپنے پہلے دین میں واپس آجاؤ وذالک ان المنافقین قالوا لضعفۃ المسلمین ان کان محمد قتل فالحقوا بدینکم (کبیر ج۳) اس پر بعض انصاریوں نے ان سے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں تو محمد کا رب تو قتل نہیں ہوا۔ آؤ اسی مقصد اور مشن کی خاطر لڑو جس کی خاطر محمد صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے رہے یعنی دین اسلام اور رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں ہیں کہ ان پر موت نہ آئے بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو ہیں اور موت تو ہر جاندار کے لیے مقدر ہے جو اپنے وقت پر ضرور آئے گی۔ تو کیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم دین اسلام کو چھوڑ کر پھر سے پہلا دین قبول کر لو گے؟ آپ سے پہلے بھی تو ہزاروں پیغمبر گزرے ہیں۔ لیکن جب وہ دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کی امتوں نے ان کی وفات کے بعد ان کے دین کو چھوڑا نہیں۔ بلکہ وہ ان کے بعد بھی انہیں کے ادیان پر قائم رہے۔ حاصل یہ کہ پیغمبر کی وفات سے اس کا دین ختم نہیں ہو جاتا۔ اور نہ باطل ہو جاتا ہے ۲۱۴ لیکن اس فہمائش کے باوجود اگر کوئی دین اسلام سے پھر جائے تو وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور نہ ہی اس کے ارتداد سے مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر کچھ اثر پڑے گا۔ بلکہ اس سے وہ اپنی ہی عاقبت خراب کرے گا۔ بل یضر نفسہ بتعریضہا للعقاب بسبب المخالفۃ واللہ تعالیٰ لا تنفعہ الطاعۃ ولا تضرہ المعصیۃ لغناہ (قرطبی ج۴) وسیجزی اللہ الشاکرین اور جو لوگ نعمت اسلام کی قدر کریں گے اور دین توحید پر قائم اور ثابت قدم رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی عمدہ جزا دے گا۔ الذین لم ینقلبوا وسماھم شاکرین لانھم شکروا نعمۃ الاسلام فیما فعلوا (مدارک ج۱) ۲۱۵ پھر مضمون جہاد کا اعادہ ہے یہاں سے واللہ یحب المحسنین تک مختلف طریقوں سے ترغیب الی القتال ہے۔ ھذا حض علی الجہاد واعلام ان الموت لا بد منہ (قرطبی ج۴) یعنی موت کے ڈر سے جہاد مت ترک کرو کیونکہ موت تو ہر حال میں اپنے مقررہ وقت پر آئے گی خواہ تم گھر ہی کیوں نہ بیٹھے رہو اس لئے پھر بہتر یہی ہے کہ تم خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے مارے جاؤ اور رتبہ شہادت حاصل کرو ۲۱۶ جہاد کرنے سے گھاٹے میں کوئی بھی نہیں رہتا کیونکہ موت تو ہر حال میں آکر رہے گی۔ خواہ گھر بیٹھا رہے یا جہاد میں شریک ہو۔ جہاد سے اگر کسی کی غرض ثواب دنیا یعنی مال غنیمت ہو تو اسے اس سے جو اس کا مقدر ہے مل جاتا ہے اور اگر کسی کی غرض محض اللہ کے دین کو سربلند کرنا اور آخرت میں اجر و ثواب پانا ہو تو اللہ کے یہاں اس کی بھی کمی نہیں اس آیت میں تیر اندازوں کے فعل سے تعریض ہے جنہوں نے مال غنیمت کی خاطر اپنا مورچہ چھوڑا۔ نیز ان لوگوں کی مدح ہے جو مورچہ پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے وھذا انتعریض بمن شغلتھم الغنائم یوم احد عن مصاحبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... واشارۃ الی مدح الثابتین مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روح ج۴) وسنجزی الشاکرین۔ جنگ احد میں جو لوگ ثابت قدم رہے اور اپنے فرائض سے غافل ہو کر مال غنیمت کی طرف مائل نہیں ہوئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مزید انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور جزا کی کیفیت

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ
زخم ایسا ہی ۲۰۸ اور یہ دن باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم ان
النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ
لوگوں میں اور اس لئے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے۔ اور کرے تم
مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝
میں سے شہید اور اللہ کو محبت نہیں ظلم کرنیوالوں سے ۲۰۹
وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝
اور اس واسطے کہ پاک صاف کرے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا دیوے کافروں کو ف ۲۱۰
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ
کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی تک معلوم نہیں کیا
الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو ۲۱۱
وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ
اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی اس کی ملاقات سے
تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ع
پہلے سو اب دیکھ لیا تم نے اسکو آنکھوں کے سامنے ۲۱۲
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے اس سے پہلے بہت
الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى
رسول ۲۱۳ پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے
اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ
الٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز نہ

رکوع ۵ ۱۴

ملاکر کمزوری دکھانے والے مومنین کیلئے زجر ۱۲

زجر برائے مومنین ۳

موضح قرآن ف یعنی فتح اور شکست بدلتی چیز ہے اور مسلمانوں کو شہادت کا درجہ ملنا تھا اور مومن اور منافق کا پرکھنا منظور تھا اور سدھارنا۔ اس واسطے اتنی شکست ہوئی نہیں۔ تو اللہ کا فروں سے راضی نہیں۔

کو مبہم چھوڑ کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ ان کی جزا اس قدر جزیل و جمیل ہوگی کہ اس کا اندازہ سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ وسنجزی الجزاء المبھم الذین شکروا نعمۃ اللہ فلم یشغلھم شئ عن الجھاد (مدارک ج۱ ص۱۴۵)۔ ۲۱۷ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کے مخلص اور بہادر مجاہدین کی ہمت و شجاعت اور ان کے عزم و استقلال کا ذکر کر کے زجر آمیز انداز سے مسلمانوں کو غیرت و جرأت دلائی ہے اور انبیاء سابقین کے متبعین کی طرح ثابت قدم رہنے کی تلقین کی ہے ومعنی الاٰیۃ تشجیع المؤمنین والامر بالاقتداء بمن تقدم من خیار اتباع الانبیاء (قرطبی ج۴ ص۲۲۹) ربیون۔ ربی کی جمع ہے جو رب کی طرف منسوب ہے اور اس سے انبیاء علیہم السلام کے مخلص اللہ والے اور فرمانبردار لوگ مراد ہیں والربیون الربانیون (مدارک ج۱ ص۱۴۵) اور بعض نے کہا ہے کہ ربی ربۃ کی طرف منسوب ہے جس کے معنی جماعت کے ہیں اور ربی کے معنی مطلق جماعت کثیرہ یا دس ہزار افراد پر مشتمل جماعت کے ہیں تو اس طرح ربیون کے معنی ہوں گے بہت سی جماعتیں یا ہزارہا افراد پر مشتمل جماعتیں والربیون الالوف الکثیرۃ...... وقال ابان بن تغلب الربی عشرۃ الاٰف (قرطبی ج۴ ص۲۳۰) ما وھنوا انہوں نے جہاد کی مشقتوں اور تکلیفوں کے پیش نظر بزدلی نہیں دکھائی وما ضعفوا یعنی سست اور کمزور نہیں ہوئے وما استکانوا اور دشمن کے سامنے جھکے نہیں نہ صلح کے لئے اور نہ اس کا دین قبول کرنے کے لئے ای ما جبنوا...... وما فتروا عن الجھاد...... وما خضعوا لعدوھم (روح ج۴ ص۸۴) واللہ یحب الصٰبرین اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔ جو اس کی راہ میں اس قدر تکلیفیں اٹھائیں اور صبر و استقامت دکھائیں۔ ۲۱۸ یہ ماقبل کا تتمہ اور تاکید ہے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کے جان نثار مجاہدین جہاد میں سستی بزدلی اور کمزوری دکھانے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے اس طرح صبر و استقامت کی دعائیں اور گناہوں کی معافی کے لئے درخواستیں کیا کرتے تھے اس لئے تمہارا طرز عمل بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ ۲۱۹ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و استقلال کے عوض اور ان کی دعا و زاری کی بنا پر ان کو دنیا کی جزا (یعنی فتح و نصرت اور مال غنیمت) بھی دی اور آخرت میں بھی ان کو اجر جزیل ثواب جمیل اور جنات نعیم عطا کرنے کا فیصلہ فرمایا اور یہ سب کچھ ان لوگوں کے اخلاص نیت اور احسان عمل کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ مخلص اور محسن لوگوں کو پسند فرماتا ہے

۲۲۰ یہ مومنوں کو کافروں کے اتباع سے زجر ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ الذین کفروا سے مشرکین مراد ہیں جو مسلمانوں کو شرک کی طرف بلاتے اور ان کو جہاد میں شریک ہونے سے روکتے تھے قال السدی ھم ابو سفیان واصحابہ من عباد الاوثان (بحر ج۳ ص۶۹) یعنی اے ایمان والو مشرکین کی اطاعت مت کرو اور جہاد میں سستی اور کمزوری مت دکھاؤ۔ الذین کفروا سے وہ منافقین مراد ہیں جنہوں نے شکست احد کے وقت مسلمانوں سے کہا تھا کہ اپنے آبائی دین میں واپس آجاؤ وقال علی رضی اللہ عنہ یعنی المنافقین فی قولھم للمؤمنین عند الھزیمۃ ارجعوا الی اخوانکم وادخلوا فی دینکم (معالم ج۱ ص۳۶۲) یعنی اگر تم ان منافقوں کی بات مان لو گے تو وہ تمہیں پھر سے کفر و شرک کی طرف دھکیل دیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دنیا اور آخرت کی خیر و سعادت سے محروم ہو جاؤ گے اور یہ سب سے بڑا خسارہ ہے ۲۲۱ یہ مشرکین اور منافقین تمہارے خیرخواہ نہیں ہیں یہ کبھی آڑے وقت میں تمہارے کام نہیں آئیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ جو تمہارا دوست اور بہترین ناصر و مددگار ہے۔ جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور جو زندہ جاوید ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اس کے ہوتے ہوئے تم کیوں کمزوری دکھاتے اور نصرت و یاری اور پناہ جوئی کے لئے غیروں کی طرف جھکتے ہو ان آیتوں کا شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن ان کا حکم قیامت تک کے لئے عام ہے اگر مسلمان کسی بھی زمانے میں کفار و مشرکین کی اطاعت کریں گے اور اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہبی معاملات، ملکی اور سیاسی مسائل، معاشی اور معاشرتی امور میں غیرمسلموں کی تقلید کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غیر شعوری طور پر اسلام سے بالکل بیگانہ ہو جائیں گے۔ نام اسلام کا ہوگا مگر کام سارے کافرانہ ہوں گے جیسا کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ۲۲۲ یہ آیت ماقبل کا تتمہ ہے الرعب خوف و ہراس بما میں باء سببیہ ہے اور بہ میں ضمیر دوسرے ما کی طرف راجع ہے جو معبودان باطل سے کنایہ ہے۔ اور اس کا مضاف محذوف ہے ای بعبودیتہ سلطانا حجت اور دلیل حجۃ وبیانا وعذرا وبرھانا (قرطبی ج۴ ص۲۳۳) یعنی کافروں کی اطاعت مت کرو اور کمزوری مت دکھاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے اور دیکھو ہم بھی ان مشرکین کے دلوں پر تمہارا رعب اور خوف مسلط کئے دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بزدلانہ انداز میں شکست کھا کر بھاگ نکلیں گے اور یہ اس لئے کہ وہ اللہ کے ساتھ اس کی عبادت میں ایسے معبودوں کو شریک کرتے ہیں جن کے معبود ہونے اور غائبانہ دعا و پکار کے لائق ہونے پر اللہ نے کوئی دلیل اور حجت نازل نہیں فرمائی یعنی ان کی بزدلی اور خوف و ہراس کی وجہ اور علت شرک ہے کیونکہ مشرک کا اعتماد اور بھروسہ غیر اللہ کے کمزور ترین سہاروں پر ہوتا ہے اور کمزور سہاروں پر اعتماد کا اثر نفسیاتی اور تکوینی طور پر ہمیشہ خوف، کمزوری اور بزدلی ہوتا ہے۔ اور یہ القاء رعب کا واقعہ عین جنگ احد میں نہایت معجزانہ طریقے سے پیش آیا۔ احد میں جب مشرکین نے تیر اندازدستہ کی غلطی سے فائدہ اٹھا کر پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور حضور علیہ السلام کے شہید ہونے کی افواہ پھیلا دی۔ اس پر مسلمان بددل ہو کر منتشر ہو گئے اور ایک جماعت آپ کے ساتھ ثابت قدم رہی اس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو آواز دی جب ان کو پتہ چلا کہ آپ تو زندہ ہیں اور شہید نہیں ہوئے تو سب واپس آکر آپ کے گرد جمع ہونے لگے اس وقت مشرکین کے دلوں پر مسلمانوں کا اس قدر رعب چھایا کہ سب میدان چھوڑ بھاگے حضور علیہ السلام نے ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا چنانچہ مسلمان مجاہدین نے حمراء الاسد (ایک جگہ) تک مشرکین کا تعاقب کیا۔ ان الکفار لما استولوا علی المسلمین وھزموھم اوقع اللہ الرعب فی قلوبھم فترکوھم وفروا منھم من غیر سبب (کبیر ج۳ ص۹۳) وبئس مثوی الظٰلمین، دنیا میں تو ان کو تمہارے ہاتھوں ذلیل کرو ہی گا۔ آخرت میں بھی ان کے لئے بدترین ٹھکانا ہے یعنی جہنم ۲۲۳ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ احد کی ہنگامی شکست کی وجہ سے دشمنوں نے مسلمانوں کے سامنے جس شبہ کا اظہار کیا اور جس کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ واقعی اللہ نے تو ہمیں مدد اور نصرت کا وعدہ دیا تھا۔ تو پھر ہمیں شکست کیوں ہوئی قال ناس من اصحابہ من این اصابنا ھذا وقد وعدنا اللہ النصر (مدارک ج۱ ص۱۴۶) اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کا اصل جواب ارشاد فرمایا ہے اور مسلمانوں کی اس ہنگامی شکست کی اصل وجہ بیان فرمائی ہے اس سے پہلے دو دفعہ اس شبہ کا جواب گذر چکا ہے جس کا حاصل صرف تسلی اور دلاسا ہے۔ صدق راست کر دیعنی سچ کر دکھایا ای حقق (مدارک) تحسّ کاٹنا اور قتل کرنا۔ باذنہ یعنی اللہ کی توفیق اور اس کی طرف سے اسباب کی آسانی سے ای بتیسیرہ وتوفیقہ (روح ج۴ ص۸۹) اور وعدہ سے مراد نصرت و امداد کا وعدہ ہے جو ان تصبروا وتتقوا الخ (رکوع ۱۳) میں مذکور ہے یعنی اللہ نے تو اپنے وعدہ کے مطابق تمہاری مدد کی اور تمہیں ہمت اور توفیق عطا فرمائی چنانچہ یہ اللہ کی مدد اور اس کی طرف سے ہمت افزائی ہی کا اثر تھا کہ تم جنگ میں مشرکین کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کر رہے تھے۔ اور کشتوں کے پشتے لگا رہے تھے ۲۲۴ یہ شکست کی اصل وجہ کا بیان ہے حضور علیہ السلام نے عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں ۵۰ تیر اندازوں کا دستہ ایک گھاٹی میں متعین فرمایا تھا جب مسلمانوں کی فتح ہو گئی تو ان تیر اندازوں میں اختلاف واقع ہو گیا اکثر نے کہا اب ہمارا یہاں ٹھہرنا ضروری نہیں کیونکہ ہماری فتح ہو چکی ہے۔ امیر دستہ اور تقریباً دس اور سپاہیوں نے کہا کہ ہمیں ہر حال میں یہیں کھڑے رہنے کا حکم ہے اس لئے اپنے مورچہ کو مت چھوڑو لیکن وہ نہ مانے اور حضور علیہ السلام کے احکام نیز اپنے امیر کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے گھاٹی چھوڑ کر چلے گئے اور مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے ما تحبون مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست مطلب یہ کہ اللہ نے تو اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔ یہاں تک کہ تم نے اپنا محبوب مقصد (یعنی فتح و ظفر) پا لیا مگر اس کے بعد تم نے کمزوری ہمت کا ثبوت دیا اور رسول پیغمبر کے حکم کی تعمیل میں جھگڑنے لگے اور آخر امر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم امیر کی خلاف ورزی کی اور درہ چھوڑ دیا اور نتیجہ میں تمہاری فتح شکست میں بدل گئی۔ حاصل یہ کہ جو کچھ ہوا محض تمہاری اپنی غلطی کی بنا پر ہوا۔ اللہ کے وعدہ نصرت میں کوئی تخلف نہیں ہوا۔ ۲۲۵ یہ ان مومنوں کے لئے زجر و عتاب ہے۔ جنہوں نے طمع مال کی خاطر درہ چھوڑ دیا اور جو اپنے امیر کے ساتھ ثابت قدم رہے اور محض ثواب آخرت کی خاطر اس درہ پر ہی اپنے امیر کے ہمراہ حملہ آور مشرکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ان کے حسن صنیع کی طرف اشارہ ہے

الغناب مع من انهزم لا مع من ثبت فان من ثبت فاز بالثواب (قرطبی ج۴ ص۲۳۶) ثم صرفکم عنهم جب تم نے یہ غلطی کی تو اللہ نے تم کو کافروں سے پھیر دیا اور تم منہزم ہو کر منتشر ہو گئے۔ لیبتلیکم اللہ نے یہ وقتی شکست بھی تمہیں نیچا دکھانے اور مشرکین کے سامنے ذلیل کرنے کے لئے نہیں دی تھی۔ بلکہ اس سے تمہارا ابتلاء و امتحان مقصود تھا۔ یہ اللہ کی طرف سے درہ چھوڑنے والوں اور میدان سے بھاگنے والوں کیلئے عام معافی نامہ ہے جب اس غلطی اور کوتاہی کے بعد وہ سخت نادم ہوئے اور گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے از روئے تفضل و ترحم ان کی دعائیں قبول کیں اور ان کو معافی عطا فرمائی۔ لہٰذا اب آخرت میں ان کو اس پر گرفت نہیں ہوگی۔ المراد به الله العفو عن الذنب وهو عام لسائر المنصرفين (روح ج۴ ص۹۰) ۲۲۶ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مسلمانوں پر متفضل اور مہربان ہے اگر ان کو شکست دیتا ہے تو امتحان و ابتلاء میں ثابت قدم رہنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے کیونکہ اس سے ان کا ابتلاء مقصود ہوتا ہے جو ان کے حق میں سراسر رحمت ہے امتحان و ابتلاء میں ثابت قدم رہنے سے ان کے ایمان میں پختگی آتی ہے اور ان کے دل شکوک و شبہات کی میل کچیل سے صاف اور مجلیٰ ہو جاتے ہیں۔ هو متفضل عليهم في جميع الاحوال سواء اديل لهم او اديل عليهم لان الابتلاء رحمة كما ان النصرة رحمة (مدارک ج۱ ص۱۴۵) یہ مومنین اور حضرات صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت کی انتہا ہے ۲۲۷ اذ ظرف صرفکم سے متعلق ہے اذ تصعدون متعلق بصرفکم (ابو السعود ج۳ ص۹۸) تصعدون جب تم وادیوں میں سے ہو کر بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔ (قرطبی ج۴ ص۲۳۹) تلوٗن۔ لیٌّ سے ہے جس کے معنی گردن موڑ کر ادھر ادھر دیکھنے کے ہیں۔ فی اخرٰکم پیچھے سے یعنی کم من ورائکم (روح ج۴ ص۹۱) جب اللہ نے تم کو کافروں سے پھیر کر منہزم کر دیا تو تمہارا یہ حال تھا کہ تم بدحواسی کے عالم میں میدان سے وادیوں میں بھاگ رہے تھے اور خوف و ہراس کی وجہ سے ادھر ادھر گردن موڑ کر کسی طرف نہیں دیکھتے تھے اور خدا کا رسول تمہیں پیچھے سے واپس بلا رہا تھا۔ اس میں بھاگنے والوں کے لئے زبردست زجر اور توبیخ ہے کہ خدا کا رسول جسکے حکم کی تعمیل تم پر فرض تھی وہ تمہیں بلا رہا تھا لیکن تم سیدھے بھاگے جا رہے تھے ۲۲۸ غم اول سے مراد قتل و ہزیمت کا غم ہے اور غم ثانی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنج مراد ہے جو مسلمانوں کی وجہ سے آپ کو اٹھانا پڑا۔ ای اثابکم غمًا بسبب غم اذقتموه رسول الله صلى الله عليه وسلم بعصيانكم له و مخالفتكم امره (روح ج۴ ص۹۲) لکیلا اگر اثابکم سے متعلق ہو تو بظاہر مفہوم غیر مرتبط سا ہو جاتا ہے کیونکہ غم کی جزا غم سے دنیا حزن کا سبب تو بن سکتا ہے نہ کہ عدم حزن کا اس لئے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ لکیلا اثابکم سے متعلق نہیں بلکہ اس کا متعلق محذوف ہے ای اخبرکم بذالک المذکور لکیلا تحزنوا الخ اور یہاں پہلی تمام زجریں بیان کرنے کی وجہ بتائی ہے مطلب یہ کہ ان تمام مذکورہ واقعات کی اطلاع تم کو اس لئے دے رہا ہوں تا کہ تم فوت شدہ منافع اور جو تکلیفیں تم کو پہنچی ہیں ان پر افسوس اور غم نہ کرو حضرت شاہ ولی اللہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں این پند دادن برائے آنست کہ تا اندوہناک نشوید۔ اللہ تمہارے ظاہری اعمال اور باطنی اغراض و نیات کو بخوبی جانتا ہے اس لئے ظاہر و باطن میں اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو اس طرح اس میں نیک کاموں کی ترغیب اور برے کاموں سے ترہیب ہے وهذا ترغيب في الطاعة و ترهيب عن المعصية (مدارک ج۱ ص۱۴۷) ۲۲۹ نعاسًا امنةً سے بدل ہے جب مسلمانوں کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی جو مخلص مسلمان میدان میں باقی تھے ان پر ایک دم غنودگی طاری ہو گئی

يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا

بگاڑے گا اللہ کا کچھ ۲۱۴ اور اللہ ثواب دے گا شکرگزاروں کو ف۱ اور

كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۗ

کوئی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے۔ لکھا ہوا ہے ایک وقت مقرر ۲۱۵

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ

اور جو کوئی چاہے گا بدلہ دنیا کا دیویں گے ہم اسکو دنیا ہی سے ۲۱۶ اور جو

يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۗ وَسَنَجْزِى

کوئی چاہے گا بدلہ آخرت کا اس میں دے دیں گے ہم اسکو اور ہم ثواب دیں گے

الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ

احسان ماننے والوں کو ف۲ اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے

كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ

وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٦﴾

سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں ۲۱۷ اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا

اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کہ اے رب ہمارے بخش

ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

اور مدد دے ہم کو قوم کفار پر ۲۱۸ پھر دیا اللہ نے ان کو

ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ

ثواب دنیا کا اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ

ترغیب الی الجہاد ۱۲

جہاد میں سستی نہ دکھاؤ بلکہ اللہ سے یوں دعا مانگو ۱۲

موضح قرآن ف۱ اس جنگ احد میں بعضے مسلمان کامل بھی بہت ہٹ گئے تھے اس واسطے کہ ایک کافر نے اپنی فوج میں پکارا کہ محمد کو مار آیا اور حضرت کے زخم سے خون بہت گیا تھا ضعف آ کر گڑھے میں گرے تھے مسلمانوں نے حضرت کو نہ دیکھا یہ بات یقین ہو گئی جب حضرت ہوشیار ہوئے تو میدان میں جو لوگ حاضر رہے تھے ان کو جمع کر کے پھر لڑائی قائم کی تب کافر پھر کر چلے گئے سو اللہ نے فرمایا کہ رسول زندہ رہے یا نہ رہے دین اللہ کا ہے اس پر قائم رہو اس سے اشارت نکلتی ہے کہ حضرت کی وفات پر بعضے لوگ پھر جاویں گے اور جو قائم رہیں گے انکو بڑا ثواب ہے اسی طرح ہوا کہ بہت لوگ حضرت کے بعد مرتد ہوئے اور حضرت صدیق ہوئے ان کو پھر مسلمان کیا اور بعضوں کو مارا ف۲ یعنی جو لوگ دین پر ثابت رہیں گے ان کو دین بھی ملے گا اور دنیا بھی لیکن جو کوئی اس نعمت کی قدر جانے ۱۲۔

اور وہ کھڑے کھڑے ہی اونگھنے لگے۔ اور ان کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ چھوٹ کر زمین پر گرنے لگیں۔ عین لڑائی اور ہنگامہ کارزار میں نیند کا آجانا یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی تھی اس کا اثر یہ ہوا کہ تھکے ہارے، زخموں سے چور اور سہمے ہوئے مجاہدین کے دلوں سے خوف و ہراس کا اثر کافور ہو گیا اور وہ "تازہ دم ہو کر از سر نو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ طائفۃ منکم۔ یہ غنودگی تمام مسلمانوں طاری نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف مخلص مؤمنین پر۔ ان ھذہ الطائفۃ ھم المؤمنون الذین کانوا علی البصیرۃ فی ایمانھم (کبیر ص۱۰۱ ج۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے انعام و احسان کا ذکر فرمایا کہ کس طرح اس نے شکست و خذلان کے بعد دوبارہ فتح عطا کی اور کس طرح ان کے خوف و ہراس کو سکون و اطمینان سے تبدیل کیا۔ جو لوگ صادق الایمان تھے ان پر عین معرکہ جنگ میں غنودگی ڈال دی جس سے خوف و ہراس جاتا رہا۔ ۲۳۰ اس طائفہ سے منافقین مراد ہیں اجمع المفسرون علی ان ھذہ الطائفۃ ھم المنافقون (بحر ص۸۴ ج۳) قد اھمتھم انفسھم ان کو تو بس اپنی جانوں کی فکر تھی۔ نہ اسلام کی فکر تھی، نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا اور نہ مسلمانوں کا۔ کیونکہ یہ لوگ تو آئے ہی مال غنیمت کی خاطر تھے نہ کہ اسلام کے لئے غیر الحق خلاف حقیقت اور ایسا گمان جو خدا کے شایان شان نہ ہو یظنون باللہ غیر الظن الحق الذی یجب ان یظن بہ (کبیر ص۱۰۵ ج۳) ظن الجاھلیۃ یہ مفعول مطلق ہے، تشبیہ کے لئے یا ماقبل سے بدل ہے اور لفظ جاہلیت محاورہ قرآنی میں اسلام سے پہلے دور شرک کے لئے استعمال ہوا ہے اہل اخلاص پر تو ہلکی سی نیند طاری کر دی جو ان کے لئے زوال خوف اور ثبات و استقامت کا باعث ہوئی لیکن منافقین اس رحمت نعاس سے محروم رہے اس لئے ان کی گھبراہٹ اور بزدلی بحال رہی اور لگے وہ اپنے کفر و نفاق کا اظہار کرنے اور اللہ کی ذات منزہ صفات سے متعلق ایسی بدگمانیاں کرنے لگے جو سراسر اس کی شان بے پایاں کے خلاف اور بالکل دور جاہلیت کے مشرکوں اور جاہلوں کے خیالات باطلہ سے ملتی جلتی تھیں مثلاً وہ یہ گمان کرنے لگے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے تائید و نصرت اور فتح و ظفر کا وعدہ کرے اور پھر اسے پورا نہ کرے ای یظنون ان اخلاف وعدہ سبحانہ حاصل (روح ص۹۴ ج۴) ۲۳۱ وہ تو ان کے باطن کا حال تھا۔ اب ظاہر کا حال بھی سن لو استفہام انکار کے لئے ہے اور امر سے فتح و نصرت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ منافقین آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جس فتح و نصرت کا محمد ہم سے وعدہ کرتا ہے وہ ہرگز نہیں آئے گی۔ المعنی یقول لیس لنا من الظفر الذی وعدنا بہ محمد شیٔ (قرطبی ص۲۴۲ ج۴) یا استفہام اپنے اصل پر ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ منافقین بطور سوال نیازمندانہ حضور علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ حضور! جس فتح و نصرت کا اللہ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کیا وہ آئے گی؟ یقول المحاضرون منھم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صورۃ الاسترشاد ھل لنا من امر اللہ تعالیٰ ووعدہ بالنصر شیٔ (روح ص۹۵ ج۴) تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ جواب دینے کا حکم دیا کہ فتح و نصرت کا معاملہ مکمل طور پر خدا کے اختیار میں ہے جب اس نے اپنے رسول سے وعدہ کر لیا تو وہ ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔ یخفون فی انفسھم مالا یبدون لک ان کی یہ ساری نیازمندیاں اور چاپلوسیاں محض منافقانہ ہیں وہ اپنے دلوں میں ایسی ایسی باتیں چھپاتے ہوتے ہیں جن کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتے ۲۳۲ یہ ماقبل سے بدل ہے یا سوال مقدر کا جواب ہے۔ اور منافقین جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے پھرتے تھے اس کا بیان ہے والجملۃ اما بدل من یخفون او استئناف وقع جوابا عن سؤال نشأ مما قبلہ کانہ قیل ما الذی اخفوہ؟ فقیل ذالک (روح ص۹۶ ج۴) اور الامر سے وہی فتح و نصرت کا وعدہ مراد ہے منافقین آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے وعدہ وغیرہ نہیں اگر واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

ع ۱۵/۶

يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا
دوست رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں کو ۲۱۹ اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے
الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا
کافروں کا تو وہ تم کو پھیر دیں گے الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے تم نقصان
خَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ
میں ف ۲۲۰ بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد
النَّاصِرِينَ ﴿١٥٠﴾ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا
سب سے بہتر ہے ۲۲۱ اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں
الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا ۖ
ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری ۲۲۲
وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ﴿١٥١﴾ وَلَقَدْ
اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے ظالموں کا ف۲ اور اللہ
صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ ۖ حَتَّىٰ
تو سچا کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم قتل کرنے لگے ان کو اس کے حکم سے ۲۲۳ یہاں تک
إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن
کہ جب تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد
بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ ۚ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا
اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز ۲۲۴ کوئی تم میں چاہتا تھا دنیا
وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ
اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت پھر تم کو الٹ دیا ان پر سے تا کہ تم کو
لِيَبْتَلِيَكُمْ ۖ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ
آزماوے ۲۲۵ اور وہ تم کو معاف کر چکا اور اللہ کا فضل ہے

ف۱ کفار کی اطاعت مت کرو بلکہ اللہ کی اطاعت کرو تم پر بہت مہربان ہے ۱۲
ف۲ ای معبودیتہم
ف۳ یہ نزجمہ و تشریح متعلقہ جہاد کا علی سبیل التنزل ہے میرا جواب یہی اصل جواب ہے ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی اس جنگ میں جو مسلمانوں کے دل ٹوٹے تو کافروں نے اور منافقوں نے وقت پایا یعنے الزام دینے لگے۔ بعضے خیر خواہی کے پردے میں سمجھانے لگے تا آگے لڑائی پر دلیری نہ کریں۔ حق تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ دشمن کا فریب نہ کھاؤ۔ ف۲ یعنی دو چیز ہیں خدا کے اور چور کے جی میں ڈر ہوتا ہے اسواسطے اللہ انکے دل میں ہیبت ڈالیگا۔

ذریعے اللہ نے ہم سے فتح و نصرت کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو ہم یوں بری طرح شکست نہ کھاتے اور نہ ہی اس طرح ہمارے عزیز و رشتہ دار قتل ہوتے دوسرے لفظوں میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب تھی
بعض مفسرین نے الامر سے تدبیر اور مشورہ مراد لیا ہے من الامر قیل من الرأی والتدبیر (بحر ص ج۳) یعنی وہ آپس میں کہتے ہیں کہ ہماری تو سنی کسی نے نہیں ہم نے تو کہا تھا کہ ہم مدینہ سے باہر نکلیں ہی
نہیں اپنے گھروں ہی میں رہیں اگر ہماری رائے مان لی جاتی اور ہمارے مشورہ پر عمل کر لیا جاتا تو نہ ہمیں یہ ہزیمت ہوتی اور نہ ہمارا اس قدر خون ہوتا ۲۳۳ مضاجع جمع مضجع کی ہے اور اس سے قتل ہو
کر گرنے کی جگہ مراد ہے جہاں اللہ کے علم میں ان کا قتل مقدر تھا ای مصارعھم التی علم اللہ تعالیٰ وقدر قتلھم فیھا (روح ص ج۴) یہ منافقین کے مذکورہ بالا قول کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے
کہ موت کا وقت مقدر کسی صورت میں نہیں ٹل سکتا اور نہ تدبیر و احتیاط سے قضاء و قدر کو بدلا جا سکتا ہے۔ اے منافقین! اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلتے اور گھروں ہی میں بیٹھے رہتے تو جن لوگوں کا قتل اللہ کے علم ازلی

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٢﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ
ایمان والوں پر ۲۳۴ ف جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے کسی کو
وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ
اور رسول پکارتا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے ۲۳۵ پھر پہنچا تم کو غم عوض میں غم کے
لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ
تاکہ تم غم نہ کیا کرو اس پر جو ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ اس پر جو کچھ پیش آجاوے ۲۳۶ اور اللہ
خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
کو خبر ہے تمہارے کام کی ف۲ پھر تم پر اتارا تنگی کے بعد
الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ
امن کو جو اونگھ تھی کہ ڈھانک لیا اس اونگھ نے بعضوں کو تم میں سے ۲۲۹ اور
طَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ
بعضوں کو فکر پڑ رہا تھا اپنی جان کا خیال کرتے تھے اللہ پر
غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا
جھوٹے خیال جاہلوں جیسے ۲۳۰ کہتے تھے کچھ بھی کام ہے ہمارے
مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ
ہاتھ میں ف۲ ۲۳۱ تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ وہ اپنے
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا
جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر کچھ کام ہوتا
مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ
ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ ۲۳۲ تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے
بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى
گھروں میں البتہ باہر نکلتے جن پر لکھ دیا تھا مارا جانا

میں غزوہ احد میں مقدر ہو چکا تھا وہ اللہ کے تکوینی اور تقدیری قانون
کے ماتحت ضرور اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوتے اور اپنی قتل گاہوں
میں پہنچ کر یقیناً قتل ہو جاتے بھلا اللہ کے تکوینی احکام بھی کسی سے ٹل
سکتے ہیں؟ ومعنی الاٰیۃ ان الحذر لا ینفع من القدر والتدبیر
لا یقاوم التقدیر فالذین قدر علیہم القتل وقضاہ
وحکم بہ علیہم لابد ان یقتلوا الخ (خازن ص ج۱)
۲۳۴ ولیبتلی میں واؤ عاطفہ ہے اور اس کا معطوف علیہ محذوف
ہے ای فعل ذالک لمصالح جمۃ وللابتلاء والتمحیص (مدارک
ص ج۱) اور یہ خطاب عام ہے مومنین اور منافقین دونوں کو شامل ہے
یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر جہاد فرض کیا اور پھر جنگ احد میں تھوڑی دیر
کے لئے امداد و نصرت کو روک لیا اور تمہیں شکست دے دی یہ سب کچھ
بہت سی حکمتوں کے تحت کیا جن میں سے ایک یہ تھی کہ تاکہ تمہارے صبر و
استقلال کا امتحان لیا جائے اور تمہارے دلوں کے پوشیدہ رازوں — مراد جو بلائے منافقین ۱۲
کو منکشف کیا جائے یعنی مخلصین کا اخلاص اور منافقین کا نفاق
ظاہر کیا جائے۔ لیختبر اللہ تعالیٰ ما فی صدورکم باعمالکم
...... ای لیکشف ما فی قلوبکم من مخفیات الامور — مر۲ شکوہ ۱۲
او النفاق وبمیز ھا (روح ص ج۴) ۲۳۵ اللہ تعالیٰ تو پہلے
ہی سے دلوں کے بھید جانتا ہے اس لئے اسے تو ابتلاء و امتحان کی — مر۳ جواب شکوہ ۱۲
ضرورت نہیں البتہ بعض مصلحتوں کی بنا پر وہ اپنے بندوں کو امتحان
میں مبتلا کرتا ہے مثلاً مخلص مومنین کی تمرین و تثبیت اور منافقین کے
نفاق کا کشف و اظہار وغیرہ ۲۳۶ الجمعان دو لشکر یعنی مسلمانوں کا — مر۴ شکوہ ۱۲
اور مشرکوں کا جنگ احد میں جن صحابیوں سے لغزش ہو گئی تھی اور
وہ مشرکین کے اچانک حملے پر بدحواس ہو کر بھاگ نکلے تھے اس آیت — مر۵ جواب شکوہ ۱۲
میں ان کی مزید تسکین و تسلی فرمائی اور آئندہ کے لئے محتاط رہنے کی
تلقین فرمائی ببعض ما کسبوا سے یا تو تیر اندازوں دستے کا اپنے مورچہ کو
چھوڑ دینا مراد ہے کیونکہ احد میں مسلمانوں کی شکست اس لغزش کا سب
سے زیادہ دخل ہے یا اس سے ان کے بعض گذشتہ گناہ مراد ہیں کیونکہ
بعض اوقات انسان اپنی شامت اعمال کی وجہ سے بھی خدا کی تائید و
نصرت سے محروم ہو جاتا ہے اور ایک گناہ سے دوسرے گناہ کیلئے

آمادہ کرنے کا شیطان کو بھی موقع مل جاتا ہے یعنی جنگ احد میں جو مسلمان شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے تھے انہیں کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے ان کو بہکا پھسلا کر ان کے قدم ڈگمگا دیئے اور وہ
میدان سے ہٹ گئے۔ اس سے چند آیتیں پہلے بھی اللہ نے ان مومنین کے لئے معافی کا اعلان فرمایا ہے اب ان کی مزید تسکین و تشفی کے لئے دوبارہ معافی کا اعلان فرما دیا اللہ کا فضل و کرم اور اس کی شفقت
و رحمت سے بھرپور الفاظ کے ساتھ۔ تیر اندازوں یا میدان سے ہٹنے والوں سے جو لغزش ہوئی اس پر صرف تنبیہ فرمائی اور اس کی پاداش میں کوئی تباہ کن شکست بھی نہیں دی۔ اور پھر ان کا قصور بھی البتہ معاف
فرما دیا کہ آخرت میں اس پر ان کو کوئی داروگیر نہیں ہو گی اس لئے اب اس قصور کی بنا پر دنیا میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و ملامت کرنے کا بھی کسی کو حق نہیں ۲۳۷۔ جو لوگ اللہ سے اپنے گناہوں کی

موضح قرآن ف۱ یعنی اول فوج مسلمانوں کا تھا کہ کافروں کو مارتے تھے اور وہ بھاگتے تھے اور آثار فتح کے نظر آتے تھے کسی کو خوشی تھی مال کی لوٹ کسی کو غلبہ اسلام کی جب مسلمانوں سے پیغمبر کی بے حکمی ہوئی تب مقدمہ الٹا ہو گیا وہ بے حکمی ایک یہ کہ حضرت
نے پچاس آدمی تیر انداز پہاڑ کی راہ پر کھڑے کئے تھے نگہبانی کو باقی لشکر لڑنے لگا جب ان تیر اندازوں نے فتح اور غلبہ دیکھا اس جگہ سے جانا کر چلے آدمیں جنہوں نے منع کیا پر نہ مانا وہاں دس آدمی رہ گئے اسطرف سے کافروں کی فوج بھاگتی پر آپڑی دوسری یہ کہ
جب کافر بھاگنے لگے مسلمان دوڑتے تعاقب کو حضرت پیچھے سے پکارتے رہے کہ میری طرف آؤ آگے مت جاؤ اسطرف جو غنیمت نظر آئی لوگ پھرے اس بے حکمی سے شکست پڑی ف۲ یعنی تم نے رسول کا دل تنگ کیا اس کے بدلے تم پر تنگی آئی تاکہ آگے کو یاد رکھو کر

ف۱ یعنی دونوں کا اختیار بنسبت و تدبیر سا الغرض نہ کی کلمہ ۱۲ فوائد الرحمن

[illegible]

مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ
اپنے پڑاؤ پر ف۱ ۲۳۳ اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے
وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
اور صاف کرنا تھا اس کا جو تمہارے دل میں ہے ۲۳۴ اور اللہ جانتا ہے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ
دلوں کے بھید ف۲ ۲۳۵ جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
جس دن لڑیں دو ۲۳۶ فوجیں سو ان کو بہکا دیا
الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا
شیطان نے ان کے گناہ کی شامت سے اور ان کو بخش چکا
اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع يٰۤاَيُّهَا
اللہ اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنیوالا ۲۳۷ اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
ایمان والو تم نہ ہو ان کی طرح جو کافر ہوئے اور
قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ
کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کو نکلیں ملک میں
اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا
یا ہوں جہاد میں اگر رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے
وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ
اور نہ مارے جاتے ۲۳۸ تاکہ اللہ ڈالے اس گمان سے افسوس
قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
ان کے دلوں میں ۲۳۹ اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ

ع ۱۶/۷

ر ائش کو موذن بخبریے منافقین ۱۲

معافی مانگ لینے ہیں اللہ ان کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور آخرت میں ان پر مواخذہ نہیں فرمائے گا اور جو مجرم اور گنہگار اس سے معافی نہیں مانگتے ان پر فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ انہیں توبہ استغفار کا موقع دیتا ہے ۲۳۸ الذین کفروا سے منافقین مراد ہیں وھم المنافقون کعبد اللہ بن ابی واصحابہ (روح ص۹۹ ج۴) کا خوانھم میں لام بمعنی فی ہے اور اخوان سے یہاں مذہبی بھائی مراد ہیں یعنی منافقین اور اگر اخوت سے نسبی اخوت مراد ہو تو اس میں وہ مخلص مومنین بھی شامل ہوں گے جو ان کے ہم نسب تھے ای فی حق اخوانھم فی النسب او فی النفاق (مدارک ص۱۴۸ ج۱) اس آیت سے لا الی اللہ تحشرون تک ایمان والوں کو خطاب ہے اور انکو ان منافقین کی طرح ہونے سے روکا گیا ہے جن کا تقدیر پر بھی ایمان نہیں تھا اور وہ اپنے ان مذہبی بھائیوں (منافقوں) یا نسبی بھائیوں (مسلمانوں) کے حق میں جو کسی تجارتی یا دوسرے سفر میں مر گئے یا کسی غزوہ میں شہید ہو گئے یوں کہتے تھے کہ اگر یہ ہمارے بھائی سفر پر نہ جاتے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوتے تو موت اور قتل سے بچ جاتے اور زندہ رہ کر خوب مزے کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب فرمایا کہ محی اور ممیت تو میں خود ہوں موت وحیات میرے اپنے قبضہ میں ہے اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو گے تو وہاں بھی موت تمہیں اپنے معین وقت پر آکر دبوچ لے گی اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ جس کو جہاں چاہے مارے اور پھر اللہ کی راہ میں اور پھر جہاد کرتے ہوئے مرجانا تو سراسر اللہ کی رحمت و مغفرت کا موجب ہے ان آیتوں میں خطاب مومنوں سے ہے لیکن اس کے ضمن میں منافقوں کو زجر بھی کیا گیا ہے ۲۳۹ لیجعل میں لام عاقبت کا ہے اور قالوا سے متعلق ہے ای قالوا ذالک واعتقدوا لیکون ذالک حسرۃ فی قلوبھم (مدارک ص۱۴۸ ج۱) یعنی ان منافقوں نے مذکورہ بالا بات کہی کہ اگر وہ گھر رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اور دل میں بھی یہ اعتقاد جمالیا کہ واقعی گھر میں رہنا موت اور قتل سے بچا سکتا ہے تو اس اعتقاد کا نتیجہ اور انجام یہ ہوگا کہ ان کے دلوں میں حسرت و افسوس اور ندامت و پشیمانی پیدا ہوگی اور اس سے ان کو سخت اذیت اور تکلیف پہنچے گی والاشارۃ الی القول لکن باعتبار ما فیہ من الاعتقاد واللام لام العاقبۃ (روح ص۱۰۱ ج۴) اور اگر لام کا متعلق محذوف مانیں یعنی القی اللہ ذالک الاعتقاد فی قلوبھم تو اس صورت میں لام عاقبت کا نہیں بلکہ تعلیلیہ ہوگا ۲۴۰ یہ منافقوں کے قول مذکور کا رد ہے یعنی موت وحیات اللہ کے اختیار میں ہے سفر و حضر کو اس میں کوئی دخل نہیں وہ جب چاہے مسافر اور مجاہد کو زندہ سلامت واپس لے آئے اور جب چاہے گھر میں بیٹھے بٹھائے اور جہاد میں شریک نہ ہونے والوں کو لقمہ اجل بنا دے ۲۴۱ لئن قتلتم کی جزا محذوف ہے یعنی فلا تحزنوا اور لمغفرۃ الخ جزاء محذوف کی علت ہے اور یجمعون کی ضمیر الذین کفروا کی طرف راجع ہے کفار اور منافقین چونکہ دنیا کے بندے تھے ان کی ساری دوڑ دھوپ بس صرف دنیوی فوائد کے لئے تھی اور ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ان کی عمریں بہت لمبی ہوں اور وہ دنیا میں رہ کر خوب مزے کریں۔ سفر میں مرنے والوں اور اللہ کی راہ میں شہید ہونیوالوں

موضح قرآن ف۱ اس شکست میں جن کو شہید ہونا تھا ہو چکے اور جن کو بٹنا تھا ہٹ گئے اور جو میدان میں باقی رہے ان پر اونگھ آئی اس کے بعد رعب و دہشت دفع ہوگئی اور اتنی دیر حضرت کو غشی رہی پھر جب ہوشیار ہوئے سب نے حضرت پاس جمع ہو کر پھر لڑائی قائم کی اور سست ایمان والے کہنے لگے کہ کچھ بھی کام ہمارے ہاتھ ہے ظاہر یہ معنی کہ اس شکست کے بعد کچھ بھی ہمارا کام بنا رہے گا یا بالکل بگڑ چکا یا یہ معنی کہ اللہ نے چاہا سو کیا ہمارا کیا اختیار اور نیت میں یہ معنی تھے کہ ہماری مشورت پر عمل نہ کیا جو اتنے لوگ مرے اللہ تعالیٰ نے دونوں معنوں کا جواب فرما دیا اور بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس میں حکمت منظور تھی تا صادق اور منافق معلوم ہو جاویں۔ ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ اس جنگ میں جو لوگ ہٹ گئے ہیں ان پر گناہ نہیں رہا۔

فتح الرحمٰن ف۱ و این کار برائے آں گروہ شد کہ در علم الٰہی مقدر بود ۱۲

کے بارے میں ان کا مذکورہ قول جہاں ان کے باطنی خیالات اور قلبی رجحانات کو طشت از بام کرتا ہے وہاں اس سے یہ بھی ممکن تھا کہ کہیں مسلمانوں کے دلوں میں کم ہمتی یا جہاد سے جی چرانے کا وسوسہ پیدا ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب فرمائی اور اللہ کی راہ میں ان کو جو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں ان کے بارے میں ان کی تسلی اور تشفی فرمادی دفیہ ترغیب المؤمنین فی الجہاد.... وتعزیة لهم وتسلیة فما اصابهم فی سبیل اللہ تعالیٰ اثر ابطال ما عسی ان یثبطهم عن اعلاء کلمة اللہ تعالیٰ (روح ج۴ ص۱۰۱) ۲۴۱؎ اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے یا کسی اور دینی کام میں موت طبعی سے مرجائے تو غم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ کی رحمت و مغفرت ان نفسانی حظوظ اور دنیوی منافع سے کہیں بہتر ہے جن کو حاصل کرتے ہیں یہ کفار اور منافقین دن رات مصروف ہیں ۲۴۲؎ اگر تم طبعی موت مرجاؤ یا اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاؤ تو تمہارے لئے خوف و ہراس کی

تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنۡ قُتِلۡتُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ
تمہارے سب کام دیکھتا ہے ۲۴۰؎ اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں
اَوۡ مُتُّمۡ لَمَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحۡمَۃٌ خَیۡرٌ مِّمَّا
یا مرگئے تو بخشش اللہ کی اور مہربانی اسکی بہتر ہے اس چیز سے جو وہ
یَجۡمَعُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنۡ مُّتُّمۡ اَوۡ قُتِلۡتُمۡ لَاِالَی اللّٰہِ
جمع کرتے ہیں ۲۴۱؎ اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے
تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ ۚ
اکٹھے ہو گے تم سب ۲۴۲؎ ف سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو
وَلَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ
اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس
حَوۡلِکَ ۪ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ وَ
سے ۲۴۳؎ سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور
شَاوِرۡہُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی
ان سے مشورہ لے کام میں ۲۴۴؎ پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو بھروسہ
اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ
کر اللہ پر اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے ۲۴۵؎ ف۲ اگر اللہ تمہاری مدد
اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ ۚ وَاِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ فَمَنۡ ذَا
کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون
الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ
ہے جو مدد کرے تمہاری اس کے بعد ۲۴۶؎ اور اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے
الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنۡ یَّغُلَّ ؕ وَمَنۡ
مسلمانوں کو اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے ۲۴۷؎ اور جو کوئی

ف۱ بشارت برائے مومنین ۱۲

ف۲ زجر برائے منافقین جنہوں نے نبی علیہ السلام پر خیانت کا الزام دھرا تھا

کوئی وجہ نہیں کیونکہ تم موت او رقتل کے بعد خدائے غفور و رحیم کی بارگاہ میں حاضر کئے جاؤ گے جو تمہیں اپنی رحمت اور بخشش سے نوازے گا آخرت میں خدا کی رحمت و مغفرت کے امید وار صرف تم ایمان والے ہو کفار، مشرکین اور منافقین آخرت میں رحمت و مغفرت کے بجائے خدا کے غضب و عقاب کا مورد بنیں گے۔ یا ایھا الذین آمنوا سے یہاں تک خطاب ایمان والوں سے ہے لیکن اس سے منافقین کا زجر بھی مقصود ہے ۲۴۳؎ یہاں سے وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے فبما میں ما زائدہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے جنگ احد میں جن صحابہ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نہایت ہی مشفقانہ سلوک فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے نیک سلوک کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ کا یہ سلوک محض اللہ کی مہربانی اور اسکی توفیق کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کے دل میں القا فرمایا کہ آپ ان سے رفق اور مہربانی کا سلوک کریں اگر اس موقع پر آپ ان صحابہ کا سختی سے نوٹس لیتے اور درشتی سے پیش آتے تو ان کے دل ٹوٹ جاتے اور ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات انگڑائیاں لینے لگتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ آپ سے علیحدہ ہو جاتے انہ علیہ السلام لما رفق بمن تولی یوم احد ولم یعنفهم بین الرب تعالیٰ انہ انما فعل ذالک بتوفیق اللہ تعالیٰ ایاہ (قرطبی ج ۴ ص۲۴۸) فظ بد زبان غلیظ القلب سخت دل ۲۴۴؎ صحابہ کرام سے مزید رحمت و شفقت سے پیش آنے کی تلقین فرمائی کہ ان سے جو غلطی ہوئی اس سے آپ بھی درگذر فرمائیں اور اللہ سے بھی ان کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ اور ان میں جو اصحاب رائے ہیں ان سے تو آپ جنگی معاملات اور دیگر امور جن کے بارے وحی سے کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو ان سے مشورہ بھی فرمایا کریں اس سے ان کے دلوں میں مزید خوشی اور راحت پیدا ہو گی۔ نیز ان کی قدردانی ہو گی۔ وشاورهم ای فی امر الحرب ونحوه مما لم ینزل علیک فیه وحی تطییبا لنفوسهم وترویحا لقلوبهم ورفعا لاقدارهم (مدارک ج۱ ص۱۴۸) ۲۴۵؎ جب مشورہ وغیرہ ہو جائے اور آپ کسی کام کا عزم اور پختہ ارادہ کر لیں تو اس میں کامیابی کے لئے آپ کا اعتماد اور بھروسہ محض اللہ پر ہونا چاہیئے نہ کہ اسباب و ذرائع پر اور مشوروں پر المعنی اذا حصل الرای المتاکد بالمشورة فلا یجب ان یقع الاعتماد علیه بل یجب ان یکون الاعتماد علی اعانة اللہ وتسدیده وعصمته الخ (کبیر ج ۳ ص۱۲۲) کیونکہ اسباب میں تاثیر پیدا کرنا اور باہمی صلاح و مشورہ سے سوچی ہوئی تدبیروں اور سکیموں کو کامیاب کرنا اور مقاصد و حاجات کو بر لانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لانه سبحانه السند الاقوم والملجأ الاعظم الذی لا تؤثر الاسباب الا به ولا تنقضی الحاج الا عنده (روح ج۴ ص۱۰۷) اس لئے جنگ و قتال سے پہلے تمام ممکنہ اسباب مہیا کرنے اور باہمی مشورہ کرنے کے بعد کامیابی کے لئے محض اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے میدان جنگ میں کود پڑو اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے گا۔ کیونکہ جو لوگ ظاہری اسباب مہیا کرنے کے بعد اللہ

موضح قرآن ف۱ یعنی نیک کام پر نکلے یا مارے گئے تو نکلنے پر افسوس نہ کرے اس میں انکار آتا ہے تقدیر کا اور آخرت کا فائدہ نہ دیکھنا دنیا کے جینے کو عزیز رکھنا یہ سب خصلت ہے کہ کافروں کی ف۲ شاید حضرت کا دل مسلمانوں سے خفا ہوا ہوگا اور چاہا ہوگا کہ اب سے انکی مشورت نہ لیجئے سو حق تعالیٰ نے سفارش کی اور فرمایا کہ دل مشورت لینی بہتر ہے جب ایک بات ٹھہر چکے تو پھر لیس و پیش نہ کرے

بہ بھروسہ کرتے اور تمام نتائج کو اس کے سپرد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا اور انکی مدد فرماتا ہے ۲۴۶ فتح و شکست اور نصرت و خذلان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔ وہ مدد کرنے پر آتا ہے تو بے سرو سامانی کے باوجود غلبہ عطا فرما دیتا ہے اور بڑی بڑی طاقت ور اور کثیر فوجوں کو مغلوب کر دیتا ہے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا بے سرو سامان اور مٹھی بھر مسلمانوں نے اللہ کی تائید و امداد سے مشرکین کی عظیم فوج کو شکست فاش دیدی لیکن اگر اللہ تعالیٰ تمہاری امداد اور نصرت سے دست کش ہو جائے تو پھر زمین و آسمان میں کوئی تمہارا ناصر و غمخوار اور یار و مددگار نہیں ہوگا جیسا کہ جنگ احد میں ہوا۔ اس لئے حقیقی اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ہونا چاہیئے وعلی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے کیونکہ انہوں نے صرف ایک اللہ کو اپنا معبود، عبادت اور پکار کے لائق، کارساز، حاجت روا اور مشکلکشا مانا ہے اور ان کا ایمان ہے کہ صرف اللہ پر توکل و اعتماد ہی سے ان کو ہر کام میں کامیابی اور ہر میدان میں غلبہ حاصل ہوگا اور وہ جانتے ہیں کہ قضاء و قدر اسی کے ہاتھ میں ہے اور کار گاہ عالم کا ہر معاملہ اسی کے قبضہ میں ہے۔ یعنی لما ثبت ان الامر کلہ بید اللّٰہ وانہ لا راد لقضائہ ولا دافع لحکمہ وجب ان لا یتوکل المؤمن الا علیہ (کبیر ج ۳ ص ۱۲۳) ۲۴۷ یہاں سے لے کر واللّٰہ بصیر بما یعملون تک منافقین کے لئے زجر اور ان کا شکوہ ہے جنگ بدر کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کیا جا رہا تھا اس وقت ایک جبہ یا چادر ذخیرہ غنیمت سے غائب پایا گیا تو بعض منافقین نے کہہ دیا کہ رسول نے لے لیا ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بطور زجر فرمایا کہ مال غنیمت سے اس طرح بلا اطلاع کوئی چیز لے لینا تو صریح خیانت ہے اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرے جواب کے اس طرز سے اشارہ فرما دیا کہ نبوت اور خیانت کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ خیانت ایک جرم اور کبیرہ گناہ ہے اور انبیاء علیہم السلام ہر قسم کے گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں ان ادات النبوۃ والخیانۃ لا یجتمعان (کبیر ج ۳ ص ۱۲۴) المعنی انہ لا یمکن ذالک منہ لان الغلول معصیۃ والنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم معصوم من المعاصی فالعین ان یقع فی شیءٍ متضاد ھذا النفی اشارۃ الی انہ لا ینبغی ان یتوھم فیہ ذالک (روح ص ۱۰۶) قرآن مجید کے اس مختصر اور بلیغ جملے نے ان تمام غلط خیالات کی تردید کر دی جو نبوت کے بارے میں کسی کے دل میں پیدا ہو سکتے تھے مشرکین اور منافقین تو ویسے ہی مرتبہ نبوت کے شرف و فضل سے ناواقف اور بے خبر تھے اہل کتاب اگرچہ نبوت سے آشنا تھے مگر رفتہ رفتہ ان کے خیال میں نبی کی حیثیت صرف کاہن کی سی رہ گئی۔ اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ نبی ایک کاہن ہوتا ہے جو آئندہ کی خبریں دیتا ہے اور عصمت کو وہ لازمہ نبوت نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ بائیبل میں جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کی طرف کئی کبیرے گناہ منسوب کئے گئے ہیں اس آیت میں ان تمام غلط خیالات کی تردید فرما دی ۲۴۸ جو شخص دنیا میں خیانت کرے گا قیامت کے دن وہ مال خیانت

يَغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ

چھپا دے گا۔ وہ لائے گا۔ اپنی چھپائی ہوئی چیز دن قیامت کے پھر پورا پا دے گا

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ

ہر کوئی جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ملہ ف ۲۴۸ کیا ایک شخص جو تابع ہے

رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ

اللہ کی مرضی کا برابر ہو سکتا ہے اسکے جس نے کمایا غصہ اللہ کا اور اس کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ

دوزخ ہے۔ اور کیا ہی بری جگہ پہنچا۔ ۲۴۹ لوگوں کے مختلف درجے ہیں اللہ

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ

کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں ف۲ اللہ نے احسان کیا

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ

ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا

اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

۲۵۰ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ

وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٦٤﴾ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ

گمراہی میں تھے ۲۵۱ کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ

اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ

تم پہنچا چکے ہو اس سے دو چند تو کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ دے یہ تکلیف

عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٦٥﴾

تم کو پہنچی تمہاری ہی طرف سے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۳ ۲۵۲

ف۱ بشارت اخروی ۱۲

ف۲ تخویف اخروی ۱۲

ف۳ اس قسم کے خیالات دل میں مت لاؤ، بلکہ شکر ادا کرو اللہ نے تم پر احسان فرمایا ۱۲

ف۴ زجر برائے مؤمنین ۱۲

النصف

موضح قرآن ف۱ اس سے مراد مسلمانوں کی خاطر جمع کرنی ہے یہ نہ جانیں کہ حضرت نے ہم کو ظاہر معاف کیا اور دل میں خفا ہیں پھر کبھی خفگی نکالیں گے یہ نبیوں کا کام نہیں کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ یا مسلمانوں کو کچھ سمجھانا ہے کہ حضرت پر گمان نہ کریں کہ غنیمت کا مال کچھ چھپا رکھیں شاید اس واسطے فرمایا کہ وہ تیر انداز مورچہ چھوڑ کر دوڑے غنیمت کو کیا حضرت ان کو حصہ نہ دیتے یا بعضی چیز چھپا رکھتے اور کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں غنیمت سے ایک چیز گم ہو گئی کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہوگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی ف۲ یعنی نبی اور سب خلق برابر نہیں طمع کے کام اور کام نبیوں سے نہیں ہوتے ف۳ یعنی تم بدر کی لڑائی میں ستر کافروں کو مار چکے ہو اور ستر کو پکڑ لائے تھے اسی لڑائی میں تمہارے ستر آدمی شہید ہوئے تو بدل کیوں ہوتے ہو۔ سو یہ بھی اپنے قصور سے کہ بے حکمی سے لڑے یا قصور یہ کہ بدر کے اسیروں کو مار نہ ڈالا مال لے کر چھوڑ دیا اور حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر ان کو چھوڑتے ہو تم میں ستر آدمی شہید ہوں گے لوگوں نے قبول کر کر مال لیا اور ان کو چھوڑا

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصرف بودند در غنیمت این آیت نازل شد تا کسی گمان خیانت نکند واللہ اعلم ۱۲

اٹھائے ہوئے ہولناک خداوندی میں حاضر ہوگا۔ ۲۴۹ یہ ما قبل ہی کا تتمہ ہے اور استفہام انکاری ہے یعنی جو شخص اپنے ہر قول و فعل میں رضائے الٰہی کا طالب و متلاشی ہے جیسا کہ ہر پیغمبر کی شان ہے کیا وہ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو غضب الٰہی کا مستحق ہو کر جہنمی ہو چکا ہو جیسا کہ خائن اور دوسرے مجرموں کا حال ہے مطلب یہ کہ یہ دونوں ایک جیسے نہیں ہیں تو پھر یہ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کا پیغمبر جس کی زندگی کا مقصد ہی رضائے الٰہی کی طلب ہو وہ خیانت اسے جرم کا ارتکاب کرے جو سراسر غضب الٰہی اور عذاب خداوندی کا موجب ہے هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے یہاں ان کے درجات مختلف ہیں جو لوگ اللہ کی رضا پر چلنے والے ہیں ان کے انعام و اکرام اور درجات محبوبیت ہوں گے اور جو راہ حق کی مخالفت کرکے غضب خداوندی کے خریدار ہوئے ان کے لئے ذلت و رسوائی اور درجات مبغوضیت ہوں گے اس طرح یہ آیت اخروی بشارت اور تخویف پر بھی مشتمل ہے هُمْ دَرَجٰتٌ میں چونکہ دَرَجٰتٌ کا حمل هُمْ پر صحیح نہیں اس لئے یا هُمْ سے پہلے لام مقدر ہے یا دَرَجٰتٌ سے پہلے ذَوُوْ۔ ای هم ذوو درجات ای منازل ...... وهذا معنی قول مجاهد والسدی لهم درجات (روح ج ۴ ص۱۱۲) ۲۵۰ یہ بھی وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ہی سے متعلق ہے۔ یعنی پیغمبر کی بعثت تو اللہ تعالیٰ کی ایک بہترین نعمت اور اس کا عظیم احسان ہے جو اس نے مومنین پر فرمایا ہے اس لئے تمہیں تو اس نعمت عظمیٰ کا شکر یہ ادا کرنا اور اللہ کے پیغمبر کا اتباع کرنا چاہیے نہ کہ اس قسم کی غلط باتیں پیغمبر کی ذات کی طرف منسوب کرنے لگو۔ حضور علیہ السلام کی بعثت اگرچہ سارے جہان کے لئے بہترین نعمت تھی لیکن اس نعمت سے فائدہ اٹھانے والے چونکہ صرف مومنین ہی ہیں اسلئے انکا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ اور پھر مِنْ اَنْفُسِهِمْ کا اضافہ کرکے اپنی مزید رحمت و شفقت کی طرف اشارہ فرمایا۔ رسول کی بعثت بھی اللہ کی رحمت اور نعمت تھی کیونکہ اس کے ذریعے انسان آخرت کی ابدی اور آرام و چین کی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن پھر رسول انسانوں ہی کی جنس سے مبعوث فرمانا یہ اس کی مزید شفقت اور رحمت ہے ہمجنس ہونے کی وجہ سے وہ خوف و تکلیف اس سے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں نیز اس صورت میں پیغمبر کی طبعی خواہشیں اور فطری ضرورتیں دوسرے انسانوں سے ملتی جلتی ہوں گی اس لئے اس کی زندگی ان کے لئے اسوۂ حسنہ بن سکے گی اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں ہی کی جنس سے تھے۔ اراد به المؤمنين كلهم ومعنی من انفسهم انه واحد منهم وبشر مثلهم (قرطبی ج ۴ ص۲۶۴) ۲۵۱ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں انہیں رسالت کے تین فرائض کہہ لیجئے۔ اول یہ کہ وہ لوگوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور ان کے الفاظ پڑھ کر ان کو سناتے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ ماننے والوں کی عملی تربیت کرتے ہیں اور اخلاق رذیلہ، عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ مثلاً شرک و کفر اور آبائی رسم و رواج سے ان کے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہیں۔ سوم یہ کہ وہ ان کو کتاب اللہ کے مطالب و معانی اور اس کے اسرار و رموز سکھاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈیوٹی صرف یہی نہیں تھی کہ آپ اللہ سے کتاب حاصل کرکے لوگوں کو دے دیں اور لوگ خود ہی اسے پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کریں جیسا کہ منکرین حدیث کا خیال ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ اللہ کی کتاب کو پڑھ کر لوگوں کو سنانا کتاب اللہ کے اسرار و معانی ان کو سمجھانا اور کتاب اللہ کی تعلیمات کے مطابق ان کی عملی تربیت کرنا یہ بھی پیغمبر علیہ السلام کے فرائض میں سے ہے اور یہ تمام فرائض اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ لگائے ہوئے تھے۔ جیسا کہ قرآن کے اسلوب بیان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم نے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا صفات سے متصف اور مندرجہ بالا فرائض کا ذمہ دار بنا کر بھیجا قرآن کا انداز بیان اس خیال کی تردید کرتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ بالا کام اپنے طور پر یا لوگوں کی درخواست اور تفویض کی بنا پر سرانجام دیتے تھے جیسا کہ پرویزیوں کا زعم ہے

فائدہ ۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کا تعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست اور بلا واسطہ تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس ان کو قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ ان کو کتاب اللہ کے اسرار و معارف سمجھائے اور ان کا تزکیہ فرمایا تو اس آیت میں جس طرح حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم کے فضائل و مناقب اور محامد و محاسن بیان کئے گئے ہیں اسی طرح اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی بہت بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور اخلاق رذیلہ و اعمال ذمیمہ سے مطہر و مزکی تھے

آخر میں وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین کی جامع تعبیر سے اس ناپاک ماحول کی تصویر بھی پیش فرما دی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے تھے ان کے اکثر عقائد و اعمال اور اخلاق و شمائل خدا کے یہاں پسندیدہ نہیں تھے وہ لوگ انسان ہونے کے باوجود انسانیت سے کوسوں دور حیوانیت و بربریت سے قریب تر تھے اس ناپاک ماحول کے ذکر سے بعثت رسول کے احسان عظیم کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے ۲۵۲ یہ مومنین کے لئے زجر ہے جنگ احد میں مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے اور وقتی طور پر ان کو شکست بھی ہوئی تو اس پر مسلمانوں نے حیرت و استعجاب سے کہا کہ یہ شکست کہاں سے آگئی ہم اللہ کے مسلمان بندے، اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اس کی توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد کرنیوالے ہم مومن ہمارے مد مقابل مشرک اور ہم میں خدا کا نبی موجود پھر ہم سے اللہ کا وعدۂ فتح و نصرت بھی لیکن ان سب باتوں کے باوجود پھر بھی شکست ہم کو ای من این اصابنا هذا الانهزام والقتل ونحن نقاتل فی سبيل الله ونحن مسلمون وفينا النبی والوحی وهم مشركون (قرطبی ج ۴ ص۲۶۵) اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور زجر فرمایا کہ جب تم پر مصیبت آئی یعنی احد میں تمہارے ستر آدمی مارے گئے تو تم بول اٹھے کہ یہ مصیبت ہم پر کہاں سے آگئی حالانکہ تم کافروں کو اس سے پہلے جنگ بدر میں اس سے دگنا نقصان پہنچا چکے تھے۔ بدر میں تم نے ان کے ستر آدمی قتل کئے اور ستر قید کئے قل هو من عند انفسكم مسلمانوں کو ان کی حیرت و استعجاب کا جواب دیا گیا کہ یہ شکست تمہاری اپنی ہی عملی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے تم نے مرکز کو چھوڑ دیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پرواہ نہ کی اور مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے ای انما السبب له حيث خالف الرماة امر رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم بتركهم المركز وحرصوا علی الغنيمة فعاقبهم الله تعالیٰ بذالك (روح ج ۴ ص۱۱۶) ۲۵۳ يوم التقی الجمعان جس دن دو جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی، سے جنگ احد مراد ہے اور باذن اللہ سے اللہ کے ارادہ اور اس کی قضاء و قدر کی طرف اشارہ ہے۔ پہلے فرمایا کہ احد کی شکست تمہاری اپنی ہی بعض عملی خامیوں کا نتیجہ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شکست کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی شفقت و رحمت سے اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے فرمایا کہ احد میں جو وقتی شکست ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں اللہ کا ارادہ اور فیصلہ یہی تھا کہ وہ واقع ہو کیونکہ اس میں کئی مصلحتیں پوشیدہ تھیں ۲۵۴ و ليعلم پہلے بعلم پر معطوف ہے اور اس کا عطف باذن اللہ پر ہے از قبیل عطف سبب بر مسبب اور علم سے مراد اظہار ہے عطف علی باذن الله من عطف السبب علی المسبب والمراد ليظهر للناس وتثبت لديهم ايمان المؤمنين (روح ج ۴ ص۱۱۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے احد میں مسلمانوں کی شکست کا قضاء و قدر میں اس لئے فیصلہ فرمایا تاکہ مخلص مومن اور منافق ظاہر ہو جائیں اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کون لوگ خلوص دل سے ایمان لائے ہیں اور کون لوگ منافق ہیں ۲۵۵ وقيل لهم کا عطف نافقوا پر ہے یا یہ استیناف ہے اور هم ضمیر الذين نافقوا کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے وہ تین سو ساتھی ہیں جو احد میں مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ جب وہ واپس جانے لگے تو عبداللہ بن عمرو بن حرام اور دوسرے مسلمانوں نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس لانے کی کوشش کی اور ان منافقین سے کہا کہ واپس کیوں جاتے ہو آؤ ہمارے ساتھ آگے بڑھو اور قاتلوا فی سبيل الله اللہ کے دین اور اسکی توحید کو سربلند کرنے کے لئے مشرکین سے جہاد کرو او ادفعوا اور اگر تم اللہ کی خوشنودی اور ثواب آخرت کے لئے نہیں لڑنا چاہتے تو کم از کم اپنے مال و جان اور اپنے شہر سے مدافعت ہی کے لئے کافروں سے لڑو وادفعوا عن اهلكم وبلدكم وحريمكم ان لم تقاتلوا فی سبيل الله تعالیٰ (ابو السعود ج ۳ ص۱۳۱) وقيل انهم خيروا بين ان يقاتلوا للآخرة او يدفعوا الكفار عن انفسهم واموالهم (روح ج ۴ ص۱۱۸) ۲۵۶ یہ منافقین

کا جواب ہے مسلمانوں کی پند و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ کہنے لگے کہ اگر یہ جنگ کسی ڈھنگ کی ہوتی تو ہم ضرور اس میں تمہارا ساتھ دیتے مگر یہ جنگ نہیں یہ تو خودکشی ہے۔ دشمن کی فوج زیادہ اس کے پاس تم سے سامان جنگ زیادہ اور پھر اپنے شہر سے باہر نکل کر ایسے زبردست دشمن سے لڑنا یہ کونسی دانشمندی ہے ای لو نعلم ما یصح ان یسمی قتالا لاتبعناکم یعنون ان ما انتم فیہ بخطأ رأیکم لیس بشیء ولا یقال لمثلہ قتال انما ھو القاء النفس فی التھلکۃ (مدارک ج ۱ ص) لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس کو جہاد سمجھتے تو ضرور اس میں شریک ہوتے اور تمہارا ساتھ دیتے لیکن یہ تو جہاد ہے ہی نہیں یہ تو ظلم اور خونخواری ہے ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق اور پوشیدہ کفر کو واضح تر الفاظ میں بیان فرما دیا ہے کہ جب انہوں نے یہ باتیں کہیں اس وقت وہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب ہوگئے۔ پہلے تو وہ اپنے اقوال و افعال میں پوری احتیاط سے کام لیتے تھے جس سے ان کا نفاق پوشیدہ اور مخفی تھا۔ لیکن ان کے جہاد میں شریک نہ ہونے اور ان کی مذکورہ بالا باتوں سے ان کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور وہ بالکل ننگے ہوگئے انھم کانوا یظھرون الایمان ولم تکن تظھر بھم امارۃ تؤذن بالکفر فلما انخذلوا عن المؤمنین وقالوا ما قالوا ازدادوا قربا للکفر وتباعدوا عن الایمان (بحر ج ۳ ص ۱۱۱) **۲۵۷ف** یہ جملہ مستانفہ ہے جو منافقین کا مطلق حال بیان کرتا ہے یعنی وہ زبانوں سے ایک ایسی بات کا اقرار کرتے ہیں جو ان کے اندرونی اور باطنی عقیدہ کے خلاف ہے زبان سے تو وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے ان کے دلوں میں تو وہی کفر و شرک کا اعتقاد ہے ای ان ان لسانھم مخالف لقلبھم فھم وان کانوا یظھرون الایمان باللسان لکنھم یضمرون فی قلوبھم الکفر (کبیر ج ۳ ص ۱۲۶) واللہ اعلم بما یکتمون اللہ تعالیٰ ان کے نفاق اور ان کی پوشیدہ خباثتوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی نسبت زیادہ جانتا ہے کیونکہ ان کو تو ظاہری علامتوں سے کچھ تھوڑا بہت معلوم ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کی پوری حقیقت کو تمام تفصیلات کے ساتھ جانتا ہے **۲۵۸ف** یہ الذین نافقوا سے بدل ہے اور منصوب ہے کیونکہ مبدل منہ محل نصب میں ہے منصوب علی الذم او علی انہ نعت للذین نافقوا او بدل منہ (روح ج ۴ ص ۱۱۱) اور لاخوانھم میں اخوت سے نسبی یا قرب و جوار اور وطنیت کی اخوت مراد ہے اور اخوان سے وہ مؤمنین مراد ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے ای لاجل اخوانھم وھم الشھداء المقتولون من الخزرج وھم اخوۃ نسب ومجاورۃ لا اخوۃ الدین ای قالوا لھؤلاء الشھداء لو قعدوا ای بالمدینۃ ما قتلوا (قرطبی ج ۴ ص ۲۶۷) یعنی منافقوں نے ان شہداء کے بارے میں جو احد میں شہید ہوئے اور جو نسب کے اعتبار سے ان کے قبیلہ اور بھائی بند تھے یہ کہا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے اور اس جنگ میں شریک نہ ہوتے اور مدینہ ہی میں بیٹھ رہتے تو ان کی جانیں بچ جاتیں اور وہ مارے نہ جاتے **۲۵۹ف** یہ منافقین کے مذکورہ قول کا جواب ہے۔ قل میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ یعنی آپ منافقین سے فرما دیں کہ اگر تمہاری یہ بات درست ہے کہ گھر میں بیٹھ رہنا موت سے بچاؤ اور زندگی کی ضمانت ہے تو تم جو گھروں میں بیٹھے رہے ہو۔ اور جنگ میں شریک نہیں ہوئے پھر تم اپنی جانوں سے موت کو روک لو یہ گویا کہ منافقین کی ان کے دعویٰ میں تکذیب ہے ای ان کان القعود یسلم بہ الشخص من القتل والموت فینبغی انکم لا تموتون والموت لا بد آت الیکم ولو کنتم فی بروج مشیدۃ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۵) مفسرین نے لکھا ہے کہ جس دن منافقین نے یہ بات کہی تھی اس دن انکے ستر آدمی مرگئے تھے روی انہ مات یوم قالوا ھذہ المقالۃ سبعون منافقا

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ
اور جو کچھ تم کو پیش آیا اس دن کہ ملیں دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے **۲۵۳ف** اور
لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۖۚ
اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تا کہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے **۲۵۴ف**
وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ
اور کہا گیا ان کو کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن کو **۲۵۵ف**
قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّااتَّبَعْنٰكُمْ ۭ هُمْ لِلْكُفْرِ
بولے اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں **ف** **۲۵۶ف** وہ لوگ اس دن کفر
يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ
کے قریب ہیں بہ نسبت ایمان کے کہتے ہیں اپنے منہ
بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
سے جو نہیں ان کے دل میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو
يَكْتُمُوْنَ ﴿١٦٧﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا
کچھ چھپاتے ہیں **۲۵۷ف** **ف** وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں
لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ
اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے **۲۵۸ف** تو کہہ دے اب ہٹا دیجو اپنے اوپر سے
الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٦٨﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
موت کو اگر تم سچے ہو **۲۵۹ف** اور تو نہ سمجھ ان لوگوں
قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب
يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ
کے پاس کھاتے پیتے **۲۶۰ف** خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے

موضح قرآن **ف** یہ بھی منافقوں کا کلام تھا کہ ہم کو معلوم ہو لڑائی یعنی ظاہر میں کہا جس وقت لڑائی دیکھیں گے تو شامل ہوں گے یا کہا کہ ہم لڑائی کے قاعدے سے واقف نہیں اور دل میں طعن دیا کہ ہماری مشورت نہیں مانتے ان کو معلوم نہیں کہ ایسے لفظ سے کفر کے قریب ہوگئے اور ایمان سے دور۔

فتح الرحمٰن **ف** یعنی مصلحت میدان نیستیم ۱۲

مدارک ج ۱ صلا، قرطبی ج ۴ ص۲۶۸، ۲۶۹) ولا تحسبن سے لایضیع اجر المومنین تک شہداء کے لئے اخروی بشارت ہے پہلے منافقین کی اس بات کا رد فرمایا کہ حذر اور احتیاط کے ذریعے موت ٹل سکتی ہے اب یہاں فرمایا کہ جس قتل سے تم ڈر رہے ہو وہ تو ڈرنے کی چیز نہیں وہ تو نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور دین و دنیا کی بہت بڑی سعادت ہے جن لوگوں کو یہ شہادت کی موت نصیب ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں تو قتل ہو جانے کے بعد برزخ میں ان کو ایک امتیازی حیات حاصل ہوتی ہے جو عامۃ المسلمین کو حاصل نہیں ہوتی اس لئے شہادت کی موت تو ایسی چیز نہیں کہ اس سے بچنے اور بھاگنے کی تدبیریں سوچی جائیں بلکہ اسے تو حاصل کرنے کی تمنا ہر ایک کے دل میں ہونی چاہیئے۔ القتل الذی یحذرونہ ویحذرون منہ لیس مما یحذر بل ھو من اجل المطالب التی یتنافس فیہا المتنافسون (روح ج ۴ صلا۱۲)

تحقیق حیات شہداء

حیات شہداء کے بارے میں قرآن مجید کی دو آیتیں ہیں ایک تو یہی زیر تفسیر آیت اور دوسری آیت سورۃ بقرہ ع ۱۹ میں گذر چکی ہے یہاں فرمایا کہ شہداء کو مردے مت سمجھو اور وہاں فرمایا کہ ان کو مردہ مت کہو۔ حالانکہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شہداء قتل کر دیئے جاتے ہیں اور ان کی روحیں ان کے ابدان عنصریہ سے پرواز کر جاتی ہیں اور ان کے ابدان سے اس طرح جدا ہو جاتی ہیں کہ ان سے ان کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ علامہ بیضاوی کا قول آگے آرہا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کرام کی دنیوی زندگی تو اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے اور روح کے بدن سے نکل جانے کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے اس لئے ظاہر ہے کہ شہادت کے بعد جو ان کو زندگی اور حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیوی نہیں ہوتی بلکہ اس سے مختلف ہوتی ہے جب وہ دنیا میں زندہ تھے تو ان کی زندگی بھی دنیوی تھی یعنی روح اور بدن دونوں کے ملاپ سے وہ زندہ تھے لیکن موت سے دنیوی زندگی ختم ہو گئی اور برزخ کا زمانہ شروع ہو گیا اس لئے اب اس زندگی کو برزخی زندگی کہا جائے گا اور یہ زندگی بلا مشارکت بدن عنصری صرف روح کے لئے ہو گی یہ معاملہ چونکہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ برزخ عالم غیب کی چیز ہے اس لئے اس برزخی حیات کی کیفیت کے بارے میں عقل و فکر رائے اور قیاس سے کچھ کہنے کا کسی کو کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں نصوص کتاب و سنت سے جو کچھ ثابت ہو اس سے تجاوز کرنا جائز ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی سورۂ بقرہ میں ولکن لا تشعرون کے تحت فرماتے ہیں۔ ای لا تحسون ولا تدرکون ما حالھم بالمشاعر لانھا من احوال البرزخ التی لا یطلع علیھا ولا طریق للعلم بھا الا بالوحی (روح ج ۲ صلا۲) حیات شہداء کی کیفیت کی طرف قرآن مجید میں تو چند اجمالی اشارات ہی ہیں۔ تفصیل نہیں ہے مثلاً قرآن مجید میں اس طرف اشارہ ہے کہ قتل کے بعد شہداء کو جو حیات ملتی ہے وہ دنیوی نہیں بلکہ برزخی اور عالم غیب کی ایک حالت ہے۔ احیاء عند ربھم میں عند ربھم سے اسی طرف اشارہ ہے وہ اپنے مہربان رب کے پاس اور عالم غیب میں زندہ ہیں۔ علامہ خازن لکھتے ہیں۔ انھم احیاء عند اللہ تعالیٰ فی عالم الغیب لانھم صاروا الی الاخرۃ (تفسیر خازن ج ۱ صلا۹) قرآن مجید میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ شہداء عالم برزخ میں کھاتے پیتے بھی ہیں۔ حیات شہداء کی تفصیلی کیفیت سب سے عمدہ اور صحیح ترین وہی ہے جو خود صاحب وحی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ کس طرح زندہ ہیں ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ وہ قتل ہو چکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا وہ اس طرح زندہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرما کر ان کو جنت میں آزاد چھوڑ دیا ہے۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں آتے جاتے اور سیر کرتے ہیں۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

وقال آخرون ارواحھم فی اجواف طیر خضر وانھم یرزقون فی الجنۃ ویاکلون ویتنعمون وھذا ھو الصحیح من الاقوال لان ما صح بہ النقل فھو الواقع (قرطبی ج ۴ صلا۲) اور علامہ ابو السعود حنفی امام واحدی سے ناقل ہیں الاصح فی حیاۃ الشھداء ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ان ارواحھم فی اجواف طیور خضر وانھم یرزقون ویاکلون ویتنعمون (ابو السعود ج ۱ صلا۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن مسعود سے آیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل الحدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص۱۳۵، جامع ترمذی ج ۲ ص۱۲۶، ابن ماجہ ص۲۰۲، تفسیر ابن جریر ج ۴ ص۱۳۶، ص۱۰۱) اسی طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ارواح الشھداء فی طیر خضر تعلق من ثمر الجنۃ او شجر الجنۃ (جامع ترمذی ج ۱ ص۱۹۷، ابن ماجہ ص۱۰۲، ص۳۱۲ نسائی ج ۱ ص۲۹۲۔ موطا امام مالک ص۹۸، مسند احمد ج ۶ ص۳۸۶) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی اجواف طیر خضر ترد انھار الجنۃ وتاکل من ثمارھا وتاوی الی قنادیل من ذھب فی ظل العرش الحدیث (مستدرک حاکم ج ۲ ص۸۸، ص۲۹۷، تفسیر ابن جریر ج ۴ ص۱۰۲، مسند احمد ج ۱ ص۲۶۶، ابو داؤد ج ۱ ص۳۴۸) اسی طرح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک مرفوع حدیث مروی ہے ملاحظہ ہو۔ درمنثور ج ۲ ص۹۶۔ ان حدیثوں کے الفاظ میں اگرچہ خفیف سا اختلاف ہے لیکن ماحصل سب کا وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے ان حدیثوں میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت وضاحت سے شہداء کی برزخی زندگی کی حقیقت بیان فرما دی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے بھی یہی کچھ منقول ہے اور اسی کو محققین مفسرین نے راجح اور صحیح قرار دیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، کعب الاحبار، عکرمہ، سدی کبیر، ابو العالیہ، قتادۃ، ربیع وغیرہم کے اقوال کے لئے ملاحظہ ہو۔ تفسیر ابن جریر ج ۲ ص۲۳ ج ۴ ص۱۰۶ و ص۱۰۲ و تفسیر درمنثور ج ۱ ص۱۵۵، ج ۲ ص۹۶۔ حاصل کلام یہ کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ارواح کو پرندوں کی شکلیں عطا ہوتی ہیں جن میں داخل ہو کر وہ جنت میں گھومتے پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں اور رات کو عرش کے نیچے قنادیل میں بسیرا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ طیوری اجسام مثالی ہیں۔ نہ کہ عنصری کیونکہ شہداء کے عنصری ابدان تو قبروں میں مدفون ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات محض روحانی اور برزخی ہے جسمانی نہیں ان کے ابدان قبروں میں ہیں۔ لیکن ان کی ارواح طیوری قالبوں میں نعیم جنت سے متمتع ہو رہی ہیں۔ علامہ بیضاوی سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں۔ ولکن لا تشعرون ما حالھم وھو تنبیہ علی ان حیوتھم لیست بالجسد ولا من جنس ما یحس بہ من الحیوانات وانما ھی امر لا یدرک بالعقل بل بالوحی (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص۱۰۲) لیکن تم نہیں جانتے کہ وہ کس حال میں ہیں اور یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ ان (شہداء) کی حیات جسمانی نہیں اور نہ زندوں کی مانند ظاہری حواس سے محسوس قسم کی زندگی ہے اور نہ اس کا ادراک عقل سے ہو سکتا ہے بلکہ اس کی کیفیت کا ادراک صرف وحی سے ہو سکتا ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں حیات شہداء بمعنی تعلق ارواح با بدانست برائے استیفائ ی لذاتی کہ موقوف بر آلات بدنیست نہ تعلق ارواح با ابدان سابقہ در نہ بقای روح با دراک و شعور (عزیزی ص۹۸۵) یعنی حیات شہداء کا مطلب یہ ہے کہ وہ لذات حاصل کرنے کیلئے جن کا حصول آلات پر موقوف ہے ارواح ابدان مثالیہ سے متعلق ہو جائیں یہ مطلب نہیں کہ ارواح سابقہ (عنصری) ابدان سے متعلق ہو جائیں اور نہ یہ کہ روح کا ادراک و شعور باقی رہے